احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ ربوہ

اکتوبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اکتوبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

فہرست مضامین

جلد نمبر ۳۴

شمارہ نمبر ۱۰

شرح چندہ

پاکستان ــــــــ تیس ۳۰ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ــــــــ تین روپے

اداریہ

رزقِ حلال

خدا تعالیٰ نے رزق حلال کمانے اور اسی میں سے حسب ضرورت تصرّف کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ فرمایا:-

یَا اَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّباً

کہ اے لوگو قطع نظر اس کے کہ تم کس مذہب سے وابستہ ہو یا کسی مذہب سے تمہارا تعلق نہیں سطح ارضی پر رزقِ حلال کی تلاش کرو اور اس میں سے جو حلال اور تمہاری طبیعت کے موافق یعنی طیب ہو حسب ضرورت کھاؤ۔ اس میں تمام بنی نوع انسان کو توجہ دلائی گئی ہے۔

عصر حاضر میں کسب رزق حلال مفقود ہے اور رزق حلال عنقا ہو چکا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ خدا تعالیٰ پر عدم پختگی ایمان ہے۔ کیونکہ رزقِ حلال کا منبع اور سرچشمہ توحید پر پختہ ایمان ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین ہے۔ آج تمام دنیا میں جو حرص، لالچ، خود غرضی اور حرص و آز کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ دنیا خدا تعالیٰ سے دور جا چکی ہے اور خدا تعالیٰ کا خوف دلوں سے اٹھ گیا ہے۔ مختلف بہانوں سے، مختلف طریقوں سے اور مختلف ذرائع جائز و ناجائز سے دولت جمع کرنا ہر ایک کا مطمع نظر بنا ہوا ہے۔ اور یہ بیماری انفرادی سطح سے لیکر ملکی سطح اور پھر بین الاقوامی سطح پر اپنا دامن پھیلا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ساری دنیا کا امن غارت ہو گیا ہے۔ اور انسان کا وقار خاک میں مل گیا ہے۔ ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا منظر ہے اور صحیح فطرت لوٹ مار کی اس گرم بازاری سے نالاں ہے اور امن! امن! کی صدا بلند کر رہی ہے۔

جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آج مختلف بدیوں کے خلاف جہاد کا عزم لیکر اٹھی ہے۔ اور ہمارے بزرگ اسلاف نے قرون اولیٰ کی سچی اور سچی اخلاقی و روحانی روایات کو از سر نو زندہ کیا ہے اور اس نفسا نفسی کے عالم میں بھی بے نفس اور بے لوث خدامِ انسانیت کے طور پر زندہ رہے اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اسی کے دامن سے وابستہ رہے اور انہیں کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے رہے لیکن مرور زمانہ سے ان اعلیٰ روایات کے اظہار میں کمی آنی شروع ہو گئی سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وہ وقت نہیں رہا جب یہ کہا جاتا تھا کہ احمدیہ جماعت میں بد دیانت آدمی ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ وہ وقت ختم ہو گئے جب یہ کہا جایا کرتا تھا اور مخالف بھی اعتراف کرتے تھے کہ حکومت کے نوکروں میں اگر کسی نے دیانت دار ڈھونڈنا ہے تو احمدی کو تلاش کرے۔ اب تو نہ حکومت کے نوکروں میں نہ باہر دیانت دار کی صورت دیکھنے کو دنیا ترس جاتی ہے اور دیانتداری بے وقوفی سمجھی جاتی ہے۔ پس ایسی حالت میں اگر جماعت احمدیہ نے دیانتداری کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو حقیقت یہ ہے کہ پھر جماعت میں بد دیانتی پیدا ہو جائیگی اور مجھے تکلیف کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ابھی بھی داخل ہونی شروع ہو گئی ہے۔ پھر جب یہ بڑھ جائے گی تو آپ کے بس میں نہیں رہے گی۔ کیونکہ بیماریاں جب جسم پر قبضہ کر لیا کرتی ہیں تو پھر ان بیماریوں کا انسان کے پاس کوئی حقیقی علاج نہیں رہتا"۔

(خطبہ جمعہ 14۔ مئی 1993ء)

اسی طرح آپ رزق حلال کیطرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں رزق حلال کے حق میں اگر آپ نے جہاد نہ کیا تو کوئی نہیں ہے جو یہ جہاد کرے گا...... اسی خدمت کی طرف میں آپ کو بلاتا ہوں اگر آپ نے معاشرے کو بد دیانتی سے بچانے کی کوشش نہ کی تو معاشرہ تو تباہ ہو ہی چکا ہے۔ آپ بھی مارے جائیں گے"

(خطبہ جمعہ 14 مئی 1993ء)

یہ وہ توقع ہے جو ہمارے پیارے امام ہم سے رکھتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی روایات کو زندہ کرنے کے لئے اپنے نفس کے خلاف انفرادی طور پر اور معاشرہ میں اجتماعی طور پر جہاد کا آغاز کریں اور اپنے آپ کو اس انقلاب کے لئے تیار کریں جو عظیم الشان انقلاب مستقبل میں احمدیت کا منتظر ہے اور ہم سب جو امام وقت سے عہد وفا باندھے ہوئے ہیں حضور انور کے الفاظ "تکلیف کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے" سے لرز جانا چاہیئے اور اس کے احساس سے ایک ایسی تڑپ پیدا ہونی چاہیئے جو اسلاف کی اعلیٰ روایات کو زندہ کرنے میں مہمیز کا کام دے اور ہم ایک زندہ جماعت کے زندہ افراد ثابت ہوں۔

کلام الامام

تین مدارج لقاء

"اصل عرفان تو وہ کیفیت خالص ہے جو انسان کے قلب میں پیدا ہوتی ہے اور وہ روحانی بینائی کی جدت ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کی صفات کو ایک نئے رنگ میں دیکھتا ہے اور وہ احساسات کی تیزی ہے جن سے انسان اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی صفات میں لپٹا ہوا پاتا ہے مگر جس طرح ہر ایک چیز کے کچھ آثار ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کے لقاء کے بھی کچھ آثار ہیں جن کے ذریعہ سے بندہ اس کے تعلق کو محسوس کرتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کے تعلق کو محسوس کرتے ہیں کیونکہ یہ ظاہر بات ہے کہ جب کوئی چیز کسی دوسری چیز کے قریب ہوتی ہے تو اگر وہ دوسری چیز اپنے اندر کوئی خاص خصوصیت رکھتی ہے تو اس کا اثر اس پر بھی پڑتا ہے۔ مثلاً آگ کے پاس بیٹھ کر انسان کو گرمی محسوس ہوتی ہے۔ برف کے پاس بیٹھے تو اس کی سردی کا اثر اس پر پڑنے لگتا ہے۔ خوشبودار چیز سے چھوئے تو اس کے کپڑوں میں سے بھی خوشبو آنے لگتی ہے یا بولنے والی ہستی سے قریب ہو جائے تو اس کی آواز کی پیدا کی ہوئی حرکت کی لہریں اس کے کان کے پردوں سے بھی ٹکرانے لگتی ہیں اور یہ اس بولنے والے کے علم سے حصہ لینے لگتا ہے پس ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کا لقاء حاصل کرے تو کچھ آثار اس کی ذات میں ایسے پائے جائیں جو اس پر دال ہوں کہ اسے فی الواقع خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا ہے ورنہ اگر منہ کے دعوے سے کچھ زیادہ نہ ہو تو ایک مکار۔ فریبی اور راستباز خدا پرست کے دعووں میں کیا فرق رہے اور دوسرے لوگ لقاء کے مقام والے کو دیکھ کر کیا فائدہ حاصل کریں (......) نے تین مدارج لقاء کے بتائے ہیں جن کے آثار سے ان کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے وہ ایک طرف تو لقاء ہیں اور دوسری طرف خدا تعالیٰ پر یقین بڑھانے کا ایک ذریعہ 1۔ پہلا درجہ دعا کی قبولیت کا ہے۔ 2۔ دوسرا درجہ کلام الٰہی کا ہے۔ 3۔ تیسرا درجہ صفات الٰہیہ کے بندے کو اپنی آغوش میں ڈھانپ لینے کا ہے۔"

(احمدیت یعنی حقیقی ...... صفحہ 71)

عربی منظوم کلام

شَرِیْعَتُہُ الْغَرَّاءُ مَوْرٌ مُعَبَّدٌ   غَیُوْرٌ فَاَحْرَقَ کُلَّ دَیْرٍ وَّجَلْسَدَا

آپ کی روشن شریعت ایک شارع عام ہے۔ وہ غیرت والا ہے کل مندر اور معبد کو جلا دیتا ہے

وَاَتٰی بِصُحُفِ اللّٰہِ لَا شَکَّ اَنَّھَا   کِتَابٌ کَرِیْمٌ یَرْفِدُ الْمُسْتَرْفِدَا

خدا کا کلام لایا ہے۔ بے شک وہ کتاب کریم ہے جو طالب انعام کو عطیہ دیتی ہے

فَمَنْ جَاءَہٗ ذُلًّا لِتَعْظِیْمِ شَانِہٖ   فَیُعْطٰی لَہٗ فِیْ حَضْرَۃِ الْقُدْسِ سُؤْدَدَا

آپ کی عظمت کو دیکھ کر جو شخص نیاز مندی سے آئے جناب خدا سے اس کو سرداری دی جاتی ہے

فَیَا طَالِبَ الْعِرْفَانِ خُذْ ذَیْلَ شَرْعِہٖ   وَدَعْ کُلَّ مَتْبُوْعٍ بِھٰذَا الْمُقْتَدٰی

اور معرفت کے طالب اس کی شرع کا دامن پکڑ لے۔ اور اس پیشوا کے ہوتے کل پیشواؤں کو چھوڑ دے

یُزَکِّیْ قُلُوْبَ النَّاسِ مِنْ کُلِّ ظُلْمَۃٍ   وَمَنْ جَاءَہٗ صِدْقًا فَنَوَّرَہُ الْھُدٰی

یہ ہر ظلمت سے انسانوں کے دلوں کو پاک کرتی ہے جو صدق سے آپ کے پاس آیا اس کو ہدایت نے منور کیا

وَلَمَّا تَجَلّٰی نُوْرُہُ التَّامُّ لِلْوَرٰی   وَلَوَّحَ وَجْہَ الْمُنْکِرِیْنَ وَسَوَّدَا

جب آپ کا پورا نور مخلوق پر تجلّی کرتا ہے اور منکروں کے منہ کو سیاہ کر دیتا ہے اور جھلس دیتا ہے

تَرَاءٰی جَمَالُ الْحَقِّ کَالشَّمْسِ فِی الضُّحٰی   وَلَاحَ عَلَیْنَا وَجْھُہُ الطَّلْقُ سَرْمَدَا

حق کا جمال جلوہ گر ہوتا ہے جیسے سورج دن میں اور اس کا ہنس مکھ روشن چہرہ ہم پر ظاہر ہو گیا۔

(درثمین عربی مترجم ص ۴۹)

فارسی منظوم کلام

ہمہ پیدا زِ دستِ قدرتِ اُو   کثرتِ شاں گواہِ وحدتِ اُو

سب کچھ اُس کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔ ان کی کثرت اُس کی وحدت پر گواہ ہے

گر شریکش بُدے زِ خلقِ دگر   گشتے ایں جملہ خلق زیر و زبر

اگر مخلوق میں سے کوئی اُس کا شریک ہوتا تو یہ تمام خلقت زیر و زبر ہو جاتی

ہر چہ از وصفِ خاکی و خاکست   ذاتِ بیچونِ اُو ازاں پاکست

خاک اور خاکی مخلوق کی جو صفات ہیں اس کی بے مثل ذات ان صفات سے پاک ہے

بند بر پائے ہر وجود نہاد   خود زِ ہر قید و بند ہست آزاد

ہر وجود کے لئے اس نے کچھ پابندیاں لگا دی ہیں مگر خود ہر قید اور پابندی سے آزاد ہے

آدمی بندہ ہست و نفسش بند   در دو صد حرص و آز سر بکمند

آدمی غلام ہے اور اس کا نفس مقیّد ہے۔ صدہا خواہشوں اور لالچوں میں پھنسا ہوا ہے

ہمچنیں بندہ آفتاب و قمر   بند در سیرگاہِ خویش و مقر

اسی طرح سورج اور چاند بھی مجبور ہیں۔ اپنے اپنے راستوں پر چلنے کیلئے لاچار ہیں

ماہ را نیست طاقتِ ایں کار   کہ بتابد بروز چوں احرار

چاند کو اس امر کی قدرت حاصل نہیں کہ وہ دن کو آزادی سے چمک سکے

(درثمین فارسی مترجم ص ۸-۹)

رزقِ حلال کا انسانی معاشرہ سے ایک گہرا تعلق ہے

اگر آپ نے معاشرے کو بددیانتی سے بچانے کی کوشش نہ کی تو معاشرہ تو تباہ ہو ہی چکا ہے آپ بھی مارے جائیں گے

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بتاریخ ۱۴ مئی ۱۹۹۳ء ۔ بیت الفضل ۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۗ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○

بعد ازاں حضور انور نے ارشاد فرمایا:-

گذشتہ جمعہ پر جو تربیتی مضمون بیان ہو رہا تھا اس سلسلہ میں ابتداء میں نے ان آیات کی تلاوت کی تھی جو آج پھر تلاوت کی ہیں۔ مضمون کے تسلسل میں وقت گزر گیا اور ان آیات کا ترجمہ کرنا بھول گیا حالانکہ آغاز میں ان کا ترجمہ کرنے کے بعد پھر مضمون شروع ہونا چاہئیے تھا لیکن اپنی ذات میں اس ترجمہ کے ساتھ کچھ ایسے گہرے تربیتی مضامین وابستہ ہیں کہ آج میں انشاء اللہ انہی سے بات شروع کروں گا اور پھر اس کے دوسرے بعض امور جو پیش نظر ہیں وہ بھی انہی آیات کی روشنی میں پیش کئے جائیں گے۔

یہاں تمام بنی نوع انسان مخاطب ہیں اور قرآن کریم کا یہ انداز ہے کہ بسا اوقات یا ایّھا الّذین اٰمنوا کے ذریعہ خطاب فرماتا ہے اور اس میں خصوصیت سے امت محمدیہ پیش نظر ہوتی ہے اور بعض خطابات

تمام بنی نوع انسان کو مشترک طور پر کئے جاتے ہیں۔ اجتماعی حیثیت سے انسان کو مخاطب کیا جاتا ہے اور یہ امور وہ ہیں جن کا فی الحقیقت ایمان سے تعلق نہیں ہے۔ یہ تمام امور وہ ہیں جن کا بنیادی انسانی قدروں سے تعلق ہے اور ساری دنیا میں وہ قدریں مشترک ہیں۔ اس پہلو سے قرآن کریم کی آیات کا مطالعہ ایک حیرت انگیز فصاحت و بلاغت کا جہان انسان کے سامنے لاکھڑا کرتا ہے مگر یہ تفصیل تو بہت لمبی ہے۔ میں مختصراً اسی آیت سے متعلق کہنا چاہتا ہوں کہ رزق حلال کا انسانی معاشرہ سے ایک گہرا تعلق ہے اور کوئی معاشرہ مذہب کا قائل ہو یا نہ ہو جب بھی کوئی معاشرہ رزق حلال سے ہٹ جاتا ہے اور حرام مال کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور حرام مال کھانے میں کوئی قباحت باقی نہیں رہتی تو وہ معاشرہ ضرور ذلیل اور رسوا ہو جایا کرتا ہے اور وہ اقتصادی نظام کامیابی کے ساتھ اور صحت کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ اس کی مثال اشتراکی دنیا کے اقتصادی نظام کے طور پر سامنے رکھی جا سکتی ہے۔

اشتراکی دنیا کی بنیاد ہی خدا کی نفی پر ہے۔ اگر خدا کو تسلیم کر لیا جائے تو مارکس کا جدلی مادیت کا نظریہ بے معنی اور بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ اس لئے آغاز ہی میں اس نے خدا کا انکار کیا ہے اور عمداً سمجھ کر کیا ہے کہ اگر انسان خدا کا قائل ہو تو پھر کسی انسان کو اقتصادی نظام دینے کا حق نہیں۔ جس نے پیدا کیا ہے پھر وہی حق رکھتا ہے کہ وہ اقتصادی نظام دنیا کے سامنے پیش کرے۔ بہر حال یہ وہ معاشرہ ہے، یہ وہ اقتصادی دنیا ہے جس کی بنیاد خدا کی نفی پر قائم کی گئی اور چونکہ رزق حلال کا تصور مٹ گیا اور رزق حلال کا گہرا رشتہ خدا کے تصور سے وابستہ ہے۔ جہاں خدا کے تصور کو اقتصادی دنیا سے نکال دیں گے وہاں لازماً حرام رزق کی طرف رجحانات بڑھنے شروع ہوں گے اور ایسی سوسائیٹی آخر کار حرام کھانے پر منتج ہو جایا کرتی ہے اور جہاں مذہبی دنیا میں آپ کو حرام مال کھانے کا ذوق شوق اور ولولہ دکھائی دیتا ہے۔ بعض دفعہ غیر مذہبی دنیا سے بھی زیادہ آپ کو دکھائی دیتا ہے وہ اس بات کا مظہر ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں جس خدا پر یقین رکھنے کا دعویٰ ہے اس خدا پر کوئی یقین نہیں چنانچہ قرآن کریم نے رزق حلال کے مضمون کو ساری قوم کی اخلاقی حالت کے ساتھ وابستہ کر کے بیان فرمایا ہے اور یہ ضروری ہے کہ انسان رزق حلال کمانے پر اور رزق حلال کھانے پر مضبوطی سے قائم ہو جائے۔ کیونکہ اس کا دوسری بہت سی اخلاقی معاشرتی خرابیوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ فرمایا۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ! اے وہ لوگو خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔ کسی خطہ زمین سے تمہارا واسطہ ہو رزق حلال کماؤ اور رزق حلال کھاؤ۔ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا۔ زمین میں سے اپنے لئے وہی چیزیں چنو جو حلال بھی ہیں اور طیب بھی ہیں۔

طیب کا مضمون حلال سے آگے ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر حلال چیز طیب ہو کیونکہ بعض دفعہ ایک

حلال چیز گندی حالت میں بُسی ہوئی بد بودار حالت میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایک چیز حلال ہے لیکن وہ اپنے اندر بعض دوسری قباحتیں بھی رکھتی ہے۔ مثلاً بعض چیزوں میں ایسے مادے پائے جاتے ہیں کہ معدہ قبول نہیں کرتا۔ حلال ہے مگر کھائیں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ ہر انسان کے لئے طیب بدل جاتا ہے۔ بعضوں کو آم سے الرجی ہے۔ بعضوں کو اور بہت سی اچھی چیزوں سے الرجی ہے جو حلال ہیں اور اکثر کے لئے طیب بھی ہیں لیکن انسان انسان کے ساتھ طیب کی تعریف کچھ نہ کچھ بدلتی رہتی ہے اور ہر شخص کا طیب اپنا ہے۔ اس میں اس کے مزاج کا دخل ہے۔ اس کے معاشرے کا دخل ہے۔ بعض چیزیں جو یہاں انگلستان میں کھائی جاتی ہیں ہماری عادات مختلف ہیں اس لئے ان کو دیکھتے ہوئے بھی متلی شروع ہو جاتی ہے پس یہ جو کچے گھونگھوں میں سے جانور نکال نکال کر یہ اپنے گلوں میں الٹتے ہیں۔ باہر ریڑھیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں اور یہ بڑے شوق سے کھا رہے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کالج کے زمانہ میں تجربہ کے طور پر میں وہ غلطی سے لے بیٹھا۔ وہ منہ میں ابھی داخل ہی ہوا تھا کہ اس قدر زور سے قے آئی کہ شرم کے مارے کہ لوگوں کے سامنے نہ آئے میں منہ پر ہاتھ رکھ کر ٹائیلٹ کی تلاش میں پھر دوڑا اور ایک طرف جا کر جب کہ بے اختیار ہو چکا تھا مجبوراً قے کی تو حلال تھا اور ان لوگوں کے لئے طیب بھی تھا لیکن میرے لئے، ان لوگوں کے لئے جن کے مزاج مختلف ہیں طیب نہیں تھا۔ پس حلال کے ساتھ طیب کی شرط لگا کر ایک اور مضمون بھی پیدا فرما دیا گیا ہے کیونکہ طیب خاطر اسے کہتے ہیں جو مزاج کے مطابق ہو۔ اگر مزاج کی تعریف میں جسم کے رد عمل کو بھی شامل کر لیا جائے تو بہت سی الرجیز (ALLERGIES) کا تعلق، بہت سی بیماریوں کا تعلق ایسے کھانوں سے ہوتا ہے جو ویسے پسند ہیں لیکن انسان کے لئے طیب نہیں ہیں۔ بہت سے لوگ مالٹے کا جوس پسند کرتے ہیں اور اب جو تحقیق ہے اس سے پتہ چلا ہے کہ اکثر بچوں کو دمہ کی بیماری مالٹے کا جوس پلانے کے نتیجہ میں ہوئی ہے۔ مائیں چھوٹی عمر سے ہی اس شوق میں کہ ہمارے بچے کی صحت اچھی ہو اس کو مالٹے کا جوس پلایا کرتی تھیں اور اب وسیع پیمانہ پر تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اکثر دمہ کی وجہ بچپن کی عمر میں پلایا ہوا یہی مالٹا ہے تو اس لئے طیب نہیں تھا۔ یعنی ایک اور بات یہ نکلی کہ عمر کے مطابق بھی پھر طیب کی احتیاط رکھنی ہوگی۔ بعض چیزیں ایک عمر میں جا کر طیب ہو سکتی ہیں ایک عمر میں طیب نہیں ہوتیں تو بہت ہی پیاری اور مکمل تعلیم ہے کہ یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا۔ تمہارے لئے ہم نے بہت سے کھانے نکالے ہیں۔ ان میں سے حلال کھاؤ یعنی وہ کھاؤ جس کی خدا نے اجازت دی ہے۔ اور طیب کھاؤ یعنی وہ کھاؤ جس کی تمہارا نفس اجازت دیتا ہے۔ جسے تمہارا نفس قبول کرتا ہے تو خدائی تعلیم کا اس طرح آپ تجزیہ کر کے دیکھیں تو وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ کا

مضمون ہے جو یہاں بیان ہوگیا ہے۔ ایک خدا کا حق ہے اس کو پیش نظر رکھنا ہرگز اس حق میں دخل اندازی نہ کرنا۔ پھر تمہارے نفس کا حق ہے اس کو بھی پیش نظر رکھنا۔ اگر ان دو باتوں کا خیال رکھو گے تو تمہاری صحتیں اچھی رہیں گی۔ تمہارا معاشرہ اچھا رہے گا۔ تم کئی قسم کی خرابیوں اور تکلیفوں سے بچ جاؤ گے۔

حلال کا جو مضمون آج یہاں خصوصیت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں وہ لین دین کے معاملہ میں حلال کا مضمون ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ وہ رزق جو رشوت کے ذریعہ حاصل کیا جائے وہ رزق جو چور بازاری کے ذریعہ حاصل کیا جائے، وہ رزق جو کسی کے اوپر ظلم کر کے اس کا مال کھا کر حاصل کیا جائے، وہ رزق جو چیزیں بیچتے ہوئے دھوکہ دے کر حاصل کیا جائے۔ لین دین کے معاملات میں بد دیانتی کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔ غرضیکہ رزق حاصل کرنے کے بہت سے ایسے ذریعے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی رضا شامل نہیں ہوتی۔ ان طریقوں سے رزق حاصل کریں تو خدا کی رضا سے عاری رزق ہو جائے گا بلکہ ناراضگی والا رزق ہوگا اور حلال کی تعریف میں یہ سب باتیں داخل ہیں کہ ایسا رزق کھاؤ جس کے حصول میں تم نے خدا کو ناراض نہ کرلیا ہو خدا کی تعلیم کے خلاف رزق نہ ہو یہ وہ پہلو ہے جس کے پیش نظر آپ جب آج کی دنیا کے مختلف ممالک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رزق حرام کی طرف دنیا کی توجہ بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ایسے ممالک جن میں اقتصادیات بظاہر صحتمند ہیں وہاں بھی جب چھان بین کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ قومی مال کھانے کا رجحان پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ بڑی بڑی کمپنیاں ہیں جو دھوکہ دیکر، بعض لوگوں کے ساتھ ملکر، بعض لوگوں کو کھلا کر قومی دولت اپنی ذاتی کمائی میں تبدیل کرلیتی ہیں حالانکہ وہ قومی دولت ہے تو بعض دفعہ رزق حرام کھلا کھلا صاف دکھائی دیتا ہے۔ بعض دفعہ چھان بین کے بعد دکھائی دینے لگتا ہے لیکن میں نے جہاں تک جائزہ لیا ہے صرف مشرق کا معاملہ نہیں۔ مشرق میں تو رزق حرام آج کل ماں کے دودھ کی طرح پیا جارہا ہے لیکن مغرب میں بھی حرام رزق کھانے کی طرف توجہ بڑھتی جارہی ہے اور یہ رجحان ان کی اقتصادی حالت خراب ہونے کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔

قومیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو اپنی اخلاقیات کو خدا کے تصور سے باندھتی ہیں اور خدا کے تصور کے نتیجہ میں اپنا ضابطہ حیات بناتی ہیں۔ ان قوموں پر بھی غربت اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا۔ كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا کہ دیکھو خبردار یہ خطرہ ہے کہ تمہاری غربت کفر میں تبدیل نہ ہو جائے۔ غربت کے ساتھ بعض خرابیاں لگی ہوئی ہیں اور اخلاق آزمائے جاتے ہیں اور

زیادہ سختی سے آزمائے جاتے ہیں اور خطرہ ہے کہ غربت کی حالت میں وہ اخلاق جو خدا کے تصور سے وابستہ ہیں ان کو بھی گزند پہنچ جائے۔ پس ایسی قومیں ہیں جہاں خدا کا تصور تو موجود ہے اور خدا کے تصور سے اخلاق کے مضمون باندھے ہوئے ہیں لیکن ایک غربت کی وجہ دوسرے خدا کا تصور فرضی زیادہ ہے حقیقی کم ہے کیونکہ غربت میں بھی اگر خدا دل میں موجود ہو تو انسان کی اخلاقی حالت کی غیر معمولی حفاظت ہوتی ہے اور امیر آدمی کے پاس بھی اگر خدا نہ ہو تو اس کی اخلاقی حالت کی کوئی ضمانت نہیں۔ پس ایک تو وہ لوگ ہیں جن کا اخلاقیات کا نظام خدا سے وابستہ ہے اور ایسی قوموں میں چونکہ خدا کا تعلق کم ہو رہا ہے۔ اعتقاد عملاً اٹھ رہا ہے اور دوسرے بہت سے ایسے علاقے ہیں جو غریب علاقے کہلاتے ہیں اس لئے وہاں بددیانتی بڑھ رہی ہے اور امیر ممالک میں اقتصادی آزمائش کا دور شروع ہو چکا ہے۔ امیر ممالک کی مشکل یہ ہے کہ یہاں ایک فرضی اور خیالی معیار زندگی بنا کر اسے اونچا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہر وہ سیاسی پارٹی جو معیار زندگی اونچا کرنے کا دعوی لیکر آئے اس کو ووٹ زیادہ ملتے ہیں۔ اس لئے یہاں یہ کوشش ہی نہیں کی جا سکتی کہ معیار زندگی کو گرا کر اقتصادی حالت کے مطابق کیا جائے۔ پس یہ ایک ایسی دوڑ ہے جس کے نتیجہ میں جب ایک کھوکھلا معیار زندگی قائم ہو جائے جسے حقیقتاً ملک کی اقتصادیات پورا سہارا نہ دے سکیں کیونکہ ہر معیار زندگی کے نیچے ایک اقتصادی بنیاد ہونی ضروری ہے اگر وہ اقتصادی بنیاد موجود نہ رہے تو وہ معیار زندگی کھوکھلا ہو کر یا تو گرے گا یا اس کو سہارا دینے کے لئے جھوٹ اختیار کرنا پڑے گا۔ بددیانتی اختیار کرنی پڑیگی۔ کئی قسم کے دھوکے اختیار کرنے پڑیں گے کہ کسی طرح یہ معیار زندگی جو جھوٹا ہے اور جسے قائم رہنے کا حقیقتاً اقتصادی اصولوں کے مطابق کوئی حق نہیں اسے بہر حال قائم رکھا جائے۔ یہ وہ حصہ ہے جس کے نتیجہ میں پھر اخلاق بڑی تیزی کے ساتھ کھائے جاتے ہیں اور کھوکھلے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر منہدم ہو کر گرتے ہوئے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ قوموں کا صرف اقتصادی نہیں بلکہ اخلاقی دیوالیہ بھی پٹ جاتا ہے۔ پس جو دوسرا حصہ میں نے مغربی دنیا سے تعلق رکھنے والا بیان کیا تھا اس میں مشکل یہ ہے کہ ہم یعنی انسان اس وقت ایسے دور میں داخل ہو گیا ہے کہ جہاں ان کی اقتصادی ترقی اب کچھ عرصہ کے لئے یا کچھ رکے گی اور پھر تنزل اختیار کریگی اور ان کے سامنے کئی ایسے چیلنج ہیں جو رفتہ رفتہ اس اشتراکی دنیا سے اٹھیں گے جو اشتراکی نظام سے توبہ کر کے ان کی پیروی میں اب نئے نظام بنا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسری دنیا کی جو مارکیٹیں ہیں ان میں خریدنے کی طاقت ہی بہت کم ہو چکی ہے۔ ان کا اقتصادی معیار بہت گر چکا ہے اور جس کو پہلی دنیا کہتے ہیں اس کے پیچھے پیچھے دوسری دنیا یعنی اشتراکی دنیا ہے جو اب آزاد ہو رہی ہے اس دنیا کا باہر کی مارکیٹوں سے کوئی بہت

گہرا تعلق نہیں تھا معمولی تعلق تھا۔ اب نئے اقتصادی نظام کے تابع ان کے اندر پروڈکشن کی طاقتیں بڑھیں گی اور لازماً ان کو باہر کی دنیا میں منڈیاں ڈھونڈنی پڑیں گی اور باہر کی مارکیٹوں پر قبضہ کرنا ہوگا جس کے نتیجہ میں دنیا کی جو کل دولت ہے اس میں اضافہ نہیں ہوگا لیکن چیزیں بیچنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا اور یہ وہ خطرہ ہے جس کے نتیجہ میں پھر اخلاقیات پر ایک بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور رزق حلال ایک دور کی چیز دکھائی دیتی ہے۔ پھر عملی دنیا میں ہر قوم میں یہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے کہ چاہے دھوکے سے لو۔ بدعہدی کر کے لو۔ ظلم کر کے لو۔ قوم کا اقتصادی معیار قائم رکھنے کے لئے ہر حالت میں تم باہر سے پیسہ کھینچو اور اپنے ملک کی طرف منتقل کرو۔ یہ قومی رجحان بنتا ہے اور انفرادی سطح پر آپ نے دیکھا ہوگا کہ خیالی معیار کو قائم رکھنے کے لئے یا فرضی طور پر لذتوں کے جو تصورات پیش کئے جاتے ہیں ان کی پیروی میں وہ عوام الناس جن کے پاس دولت نہیں ہے کہ اس قسم کے مزے کر سکیں وہ پھر چوریاں کرتے ہیں۔ ڈاکے ڈالتے ہیں۔ کاروں کے شیشے توڑتے ہیں اور رفتہ رفتہ پھر قتل و غارت پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔ امریکہ جیسے امیر ملک میں تھوڑے تھوڑے پیسوں کے لئے قتل و غارت کا سلسلہ اس قدر شدّت کے ساتھ جاری ہے کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ بعض آدمیوں کو دس ڈالر کے لئے قتل کیا گیا یعنی پہلے مارا گیا اور پھر دیکھا گیا کہ اس کی جیب میں تھا کیا تو دس ڈالر نکلے۔

جب میں 1978ء میں امریکہ گیا ہوں تو مجھے ایک احمدی دوست نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے پاس پیسے ضرور رکھا کریں اور صرف کارڈ پر یا چیک پر انحصار نہ کریں۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کم از کم سو دو سو ڈالر ہونے چاہئیں۔ اس لئے کہ انسان اتنا MUGG ہوتا ہے کہ کسی وقت بھی آپ پر حملہ ہوا تو آپ کے پاس پیسے ہوں گے فوراً نکال کر دے دیں کہ یہ لے لو ورنہ وہ مارنے کے بعد تلاشی لیتے ہیں۔ بہرحال اس وقت اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ میں نے ایک دعا کی اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے تسلی دی کہ کچھ نہیں ہوگا۔ میں بیوی اور دو بچیوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ خطرناک سے خطرناک جگہ بھی گیا اور اللہ کے فضل سے ہم کسی آزمائش میں نہیں پڑے لیکن خدا کا یہ سلوک ہر ایک کے ساتھ تو روزمرہ نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے ہر شخص روزمرہ دعا کے ذریعہ اس طرح خدا کی پناہ مانگتا ہی نہیں ہے۔ عام دستور یہی ہے کہ جب اقتصادی گراوٹ کے نتیجہ میں یہ ظلم کے رجحان ہوں اور یہ صورتحال پیدا ہو کہ انفرادی طور پر کسی طرح بھی اپنے معیاری زندگی کو قائم رکھنے یا بلند کرنے کے لئے انسان ہر ظلم پر آمادہ ہو جاتا ہے تو سوسائیٹی جرائم سے بھر جاتی ہے اور مضمون رزق حلال کے صرف ایک پہلو کا بیان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو متنبہ فرمایا کہ دیکھو رزق حلال کو معمولی نہ

سمجھنا۔ اگر تم یہ دستور بنالو اور اپنے لئے ایک قانون مقرر کرلو کہ جو کھاؤ گے وہ حلال ہوگا اور یہاں حلال کی تعریف میں دنیا کے قوانین بھی آجاتے ہیں کیونکہ ایمان والوں کو مخاطب نہیں فرمایا گیا بلکہ الناس کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ یہاں صرف الہٰی قانون نہیں ہے بلکہ دنیا کے قوانین بھی آجاتے ہیں۔ فرمایا کہ رزق کمانے کے لئے قوانین نہ توڑنا۔ ملکیت کے حقوق زبردستی اپنے ہاتھ میں نہ لے لینا۔ جس ملک میں رہتے ہو جس معاشرے میں رہتے ہو اس کے قواعد کی، اس کے قوانین کی، اس کی روایات کی پیروی کرتے ہوئے جو کچھ بھی تمہیں نصیب ہوگا اگر وہ کھاؤ گے اور پھر اس میں سے طیب کو چن کر کھاؤ گے تو یہ رزق حلال بھی ہے اور رزق طیب بھی ہے۔ اس سے تمہاری روحانی اور اخلاقی قدروں کی بھی حفاظت ہوگی اور جسمانی قدروں کی بھی حفاظت ہوگی تو ایک آیت کے ایک حصہ میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے گہرے اور کتنے وسیع مضامین بیان فرمادیئے ہیں۔ اگر آج کا انسان صرف اسی نصیحت کو پکڑ کو بیٹھ جائے تو دنیا کی قوموں میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا ہوجائے اور انسان حقیقت میں امن کی طرف قدم اٹھانے لگ جائے۔ امن کا رستہ تو بہت لمبا ہے اور بھی بہت سی باتیں ہیں مگر اس ایک نصیحت پر عمل کرنے سے ہی دنیا میں امن کے قیام کے آثار ظاہر ہوسکتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ اکثر ممالک میں یہ سننے اور سمجھنے کے باوجود ان باتوں کو قبول کرنے کا رجحان ہی نہیں پایا جاتا اور بڑی وجہ دہریت ہے۔ جب اللہ کی ہستی پر یقین نہ رہے تو خود غرضی لائحہ عمل کو DICTATE کراتی ہے، اپنے آپ کو لکھواتی ہے۔ جس طرح حکم لکھوائے جاتے ہیں اس طرح خود غرضی انسان کے لئے طرز زندگی مقرر کرتی چلی جاتی ہے اور ہر فیصلے کے موقعہ پر انسان جب خود غرضی کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ فیصلہ خدا کے قانون کے بھی مخالف ہوتا ہے اور ملک کے قوانین کے بھی مخالف ہوتا ہے اور اسی کا نام ANARCHY انارکی ہے یعنی لاقانونیت کا ایک ایسا دور چل جاتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھ میں جو کچھ بھی آسکے وہ اس کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح بدامنی، اخلاقی بدامنی، قومی بدامنی، گھریلو بدامنی، بازار کی بدامنی ہر قسم کی بد امنیوں میں تبدیل ہوتی چلی جاتی ہے۔ فرمایا: وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ۔ شیطان کے خطوات کی پیروی نہ کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسے فیصلے کے وقت جب آپ نے اپنے رزق کے متعلق سوچنا ہے کہ اس طرح لوں یا نہ لوں۔ اس کو اپناؤں یا نہ اپناؤں۔ شیطان کچھ وسوسے دل میں پیدا کرتا ہے اور ہر موقعہ پر سوچ کا ایک امتحان ہوتا ہے۔ یہ باتیں از خود نہیں ہوا کرتیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس پر آپ غور کریں تو اپنی زندگی کے تمام فیصلوں کے وقت آپ کو دکھائی دیگا۔ کہ آپ کے سامنے دو راہیں تھیں۔ ایک وہ راہ تھی جو شیطان نے دکھائی تھی اور شیطان نے بتایا تھا کہ یوں کرو تو یہ ہوگا۔ اور وہ لوگ جو شیطان کی بات سننے

لگ جاتے ہیں شیطان ان سے زیادہ باتیں کرتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں وہ ان سے زیادہ باتیں کرتے ہیں تو بعض لوگ صرف خطوات الشیطان ہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جو بھی وسوسے، خیالات، سوچ کی غلط راہیں، جھوٹی چالاکیاں، دوسروں کی دولت لوٹنے کے گھٹیا گھٹیا کمینے طریق، دوسروں کے مال پر ہاتھ ڈالنے کے، قومی دولت کو اپنانے کے یہ ان کو ہر وقت دماغ میں آتے رہتے ہیں صبح اٹھتے ہیں تو ایسے خیالات کے ساتھ اٹھتے ہیں۔ سارا دن سوچتے رہتے ہیں کہ اب کیا ترکیب کی جائے۔ کونسا ٹھیکہ کس طرح لیا جائے۔ کس طرح بینک سے پیسے لوٹے جائیں۔ کس خاندان کے نام پر، کس قانون کا سہارا لیکر قومی دولت کو اپنایا جائے اور چھوٹی سطح پر روزمرہ کی زندگی میں غریب آدمی بیچارہ بھی اپنے لئے ترکیبیں سوچتا رہتا ہے کہ میں دو وقت کی روٹی کھانے کے لئے کون سے دھوکے کروں۔ کونسی چالاکیاں کروں۔ آٹے میں کیا چیز ملاؤں کہ پتہ نہ لگے اور میرا منافع بڑھ جائے وغیرہ وغیرہ۔ تو اوپر سے نیچے تک ساری قوم خطوات الشیطان کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ فیصلے ہر سطح پر اس کثرت سے ہو رہے ہوتے ہیں کہ اگر آپ ان کو شمار کرنا چاہیں تو شمار ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ ہر انسان صبح سے رات تک بعض دفعہ بیسیوں فیصلے کرتا ہے اور وہ فیصلے خطوات الشیطان کے نتیجہ میں ہو رہے ہوتے ہیں اور غلط فیصلے کرتا ہے اور اپنے لئے بھی جہنم بنا رہا ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں کے لئے اپنے معاشرے کے لئے بھی جہنم بنا رہا ہوتا ہے مگر جب قوم کے لیڈر اس قسم کے رزق حرام میں مبتلا ہو جائیں تو ساری قوم کا ستیاناس کر کے رکھ دیتے ہیں۔ انفرادی سطح پر اگر دیانت پیدا کرنے کی کوشش کی بھی جائے تو وہ کوشش ناکام ہو گی۔

اب تیسری دنیا کے بعض ممالک ہیں جہاں سیاست صرف روپیہ کمانے کی غرض سے ہے اور سیاست کے ذریعہ طاقت حاصل کرنا یا دولت کے سرچشموں پر قبضہ کرنا۔ یہ ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں۔ ایک کے بعد دوسری جو بھی حکومت آتی ہے بد دیانت آتی ہے۔ وہی مصرعہ صادق آتا ہے کہ ہمارے واسطے سارے ولی ابن ولی آئے۔ نام جو مرضی رکھ لیں۔ خاندان جتنے مرضی تبدیل ہوں سیاسی پارٹیوں کے کوئی بھی نام ہوں جو بھی قابض ہوتا ہے اس کی تاریخ دیکھ لیں وہ ملک کی دولت پر قبضہ کرنے کی نیت سے قابض ہوتا ہے اور جب ایک قابض ہوتا ہے تو وہ پھر پچھلوں کے اوپر نکتہ چینی کرتا ہے کہ دیکھو کتنے بے ایمان بد دیانت لوگ تھے۔ اتنا روپیہ کھا گئے اور اب ہم اس طرح ان کا حساب لیں گے اور محاسبہ ہو گا اور ایک ایک پائی ان سے واپس وصول کی جائے گی اور پھر ہوتا یہ ہے کہ وصول نہیں کی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنے دشمن تھے جن کو شکست دی گئی۔ ایسے ظالم لوگ تھے جنہوں نے قوم کو لوٹا اور ان کے ساتھ دوستی کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر کیوں محاسبہ نہیں ہوا۔ کیوں ان سے پائی پائی کا حساب نہیں لیا

گیا۔ وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنی آخرت نظر آ رہی ہوتی ہے ان کو پتہ ہوتا ہے کہ کل ہم اسی مقام پر ہوں گے۔ ہمارا بھی محاسبہ ہو گا تو عوام الناس کو دکھانے کے لئے ایک شور برپا ہو جاتا ہے کہ دیکھو پکڑے گئے، پکڑے گئے اب بچ کر نہیں نکل سکتے۔ ہمیں پتہ ہے کہ کن کن بینکوں سے کتنے کتنے روپے نکلوائے ہوئے تھے یا کس کس سے کتنی رشوت لی ہوئی تھی اور پھر وہ سارا معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔ مڑ کر دیکھ لیں کسی کا کوئی محاسبہ نہیں ہوا۔ ہوا ہے تو بے نتیجہ ہوا ہے اور اس لئے کہ آگے کل بھی انہوں نے حساب دینا ہے اور اسی قسم کے لوگ اوپر آئے ہوں گے وہ بھی ان کے ساتھ پھر یہی کریں گے۔ پس رزق حرام کے نتیجہ میں قومیں تباہ ہو رہی ہیں۔ سیاستیں بگڑ گئی ہیں۔ ساری سوسائٹی زہر آلود ہو چکی ہے۔ ہر چیز جھوٹی ہو گئی ہے اور قرآن کریم کی ایک نصیحت کا ایک پہلو ہے جس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ بعد میں خطوات الشیطان کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا ہے کہ تمہارا رخ کیا ہو گا۔ تم آخر شیطان ہو جاؤ گے کیونکہ جس کی پیروی کرتے ہو وہی بن جایا کرتے ہو۔ شروع میں تم سمجھتے ہو کہ تھوڑے سے پیسوں کی بات ہے۔ اپنے بیوی بچوں کا معیار زندگی بڑھا لیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔

چھوٹے چھوٹے عام لوگ جنہوں نے دولت کما لی ہے یہ عیش و عشرت کرتے پھر رہے ہیں اور ہمارے پاس جو اتنے بڑے افسر ہیں کار کوئی نہیں جب کہ باقیوں کے پاس کاریں ہیں۔ ہم حکومت کے اچھے نوکر ہیں۔ چنانچہ وہ ان کو پکڑتے ہیں کہ تم ہم سے کام لیتے ہو اور آئے دن درخواستیں کرتے ہو اپنا معیار اونچا کیا ہوا ہے اور ہماری پرواہ کوئی نہیں تو وہ اپنا معیار کچھ بلند کرنے کے لئے اپنے ذہن کو آمادہ کرتے ہیں کہ تمہارا حق ہے اور اس آمادگی کے ساتھ ہی حقیقت میں اپنے آپ کو شیطان کی پیروی پر تیار کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو بہانے مہیا کر دیتے ہیں کہ شیطان کی آئندہ سے اطاعت کیا کرو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا فائدہ ہی ہو گا۔ یہ خطوات الشیطان کہاں لے جاتے ہیں۔ اس کا خلاصہ اس آیت نے یہ پیش فرمایا کہ وَاِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ۔ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔ جس کی پیروی کرتے ہو وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔ خدا کی باتوں کو چھوڑ کر جب غیر اللہ کی باتیں مانو گے تو یاد رکھو کہ صرف خدا تمہارا دوست ہے۔ اللہ جو بھی نصیحت فرماتا ہے حق کی نصیحت کرتا ہے۔ تمہارے فائدہ کی نصیحت کرتا ہے اور غیر اللہ کی ہر نصیحت ظلم کی نصیحت ہوا کرتی ہے تو جو شخص اپنے کھلے کھلے دشمن کی باتوں میں آ جائے اس کا کیا نیک انجام ہو سکتا ہے۔ وہ تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ مارا گیا کیونکہ اپنے آپ کو اپنے دشمن کے ہاتھوں میں دیدیا۔ اپنی اولاد کو اپنے دشمن کے ہاتھوں میں دیدیا تو آپ نے ایک ملک کی نہیں کئی ملکوں کی مثال دیکھی ہے جو میں نے بغیر نام کے بیان کی ہے۔ یہ رجحانات عالمی طور پر بہت وسیع ہو چکے ہیں اور یہ

سوسائٹیاں اوپر سے نیچے تک بددیانت ہیں۔ محاسبہ کروانے والے خود بددیانت ہوتے ہیں اور جو لوگ ان کو چنتے ہیں وہ بددیانت ہوتے ہیں اور جس طرح یہ راہنما چنے جاتے ہیں وہ طریق بددیانتی کا ہوتا ہے اور سب جگہ آپ کو رزق حرام کام کرتا ہوا دکھائی دے گا یعنی ووٹوں کی قیمت پڑ رہی ہے۔ جس نے پیسے لیکر ووٹ دینے ہیں وہ یہ کہاں دیکھتا ہے کہ کوئی شریف النفس انسان ہے یا بے ایمان اور بددیانت ہے۔ وہ تو اپنا سودا خود اپنے آپ کو بیچ رہا ہوتا ہے۔ ساری قوم اپنی عزت اپنی ناموس اپنے وقار اپنی بھلائی کے سودے کر رہی ہوتی ہے اور اس پر چسکے لے رہی ہوتی ہے کہ خوب سودا ہوا۔ کسی کی اتنی قیمت پڑ گئی کسی کی اتنی قیمت پڑ گئی۔ پھر اس طرح جو سیاستدان ابھرتے ہیں ان کے سودے ہو رہے ہوتے ہیں اور اس کو آج کل وہاں HORSE TRADING کہتے ہیں اور یہ تو ایسا محاورہ ہے کہ جو شخص HORSE TRADING کا انگریزی لفظ جانتا ہو وہ سمجھتا ہے کہ میں بہت بڑا عالم انسان ہوں۔ مجھے یہ محاورہ آتا ہے HORSE TRADING اور بڑے فخر کے ساتھ ایک دوسرے پر HORSE TRADING کے الزام لگائے جاتے ہیں۔ HORSE TRADING کا مطلب ہے گھوڑوں کا سودا کرنا یا گھوڑوں کی سوداگری۔ کچھ سیاستدان وہاں سے خرید کر ادھر ڈال لئے اور کچھ یہاں سے خرید کر ادھر ڈال لئے۔ HORSE TRADING کے ذریعہ حکومتیں توڑی جاتی ہیں اور جو توڑ رہے ہوتے ہیں وہ دوسروں کو طعنے دے رہے ہوتے ہیں کہ تم نے سیاست کو گندا کر دیا تھا۔ انسانوں کے ایسے ایسے سودے کئے ہیں کہ اب قوم یہ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی اور اس کا توڑ یہ ہے کہ ہم آدمی خرید کر تم سے توڑ لیں گے تو جس چیز کا الزام لگایا جاتا ہے وہی چیز کر کے پھر اسی کے ذریعہ انقلاب برپا ہو رہے ہوتے ہیں۔ جب یہ حالت پہنچ جائے تو کیسے کوئی قوم ہلاکت سے بچ سکتی ہے۔ سارا معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور نچلی سطح پر بھی جو لوگ ووٹ دیتے ہیں اور بعد میں بددیانتوں کے محاسبہ کے مطالبے کرتے ہیں عملاً وہ سارے بددیانت ہیں کیونکہ ایک سوسائٹی کی یہ جو صورتحال ہے یہ بددیانت افراد کے مجموعہ کا نتیجہ ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نیک لوگوں کی اجتماعی زندگی کا یہ نتیجہ نکل رہا ہو۔ گھاس اپنی جڑوں تک گندا ہو چکا ہے اور وہاں سے زہر لیکر اگ رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں جو بھی فصل ہو گی جو بھی جانور بنیں گے وہ وہی زہر کھاتے چلے جاتے ہیں اور وہ ان کے رگ و ریشے میں سرایت کرتا چلا جاتا ہے۔ رزق حلال کہنے میں تو ایسی بات ہے کہ رزق حلال کی کیا ضرورت ہے۔ صوفی لوگ رزق حلال کھائیں، عام روزمرہ کی زندگی میں چل نہیں سکتا مگر قرآن کریم نے جو تجزیہ آپ کے سامنے رکھا ہے اس کی روشنی میں اتنا بڑا گناہ ہے کہ انفرادی ہو قومی ہو مذہبی دنیا ہو یا غیر مذہبی دنیا ہو ہر سطح پر اور ہر قوم اور ہر علاقہ سے اس کا گہرا تعلق ہے اور اگر رزق حلال کا رجحان انسانوں میں

پیدا نہ کیا جائے تو قومیں تباہ ہوجاتی ہیں اور پھر ان کا کوئی اور علاج نہیں۔

اس آیت کے باقی حصہ سے متعلق انشاء اللہ آئندہ بات کروں گا لیکن گذشتہ خطبہ میں حضرت مسیح موعود......... کا ایک اقتباس پڑھنے سے رہ گیا تھا اس کا اس مضمون سے گہرا تعلق ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ جن قوموں میں اخلاق مٹ رہے ہوں اور خدا کا تصور مٹ رہا ہو وہاں قومی رجحانات ایسے ہوجاتے ہیں کہ وہ خود نئی اٹھنے والی نسلوں کو گمراہی کی طرف لیکر جاتے ہیں اور گمراہی کی طرف لیجانا فیشن بن جاتا ہے۔ گمراہی کی طرف لے جانا ترقی پسندی کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ گمراہی کی طرف لیجانا بلوغ نظری سمجھا جاتا ہے چنانچہ میں نے بیان کیا تھا کہ یہاں صرف انگلستان ہی کی بات نہیں مغربی دنیا میں جہاں جہاں بھی میں گیا ہوں وہاں سکولوں کے بچوں نے سوال کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا ہے کہ ہمیں ہمارے اساتذہ کہتے ہیں کہ اب تم بڑے ہورہے ہو اس لئے اب تمہیں اپنے ماں باپ کی اخلاقی قدروں کی پیروی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم آزاد ہو رہے ہو۔ تم بالغ ہو رہے ہو جو چاہو کرو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اس میں تمہیں آزادی ہے اور وہ ماں باپ یا وہ مذہبی راہنما جو اخلاقی تصور کے تابع تمہاری زندگیوں کو بعض ضابطوں میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ان کا کوئی حق نہیں تم پر پابندی لگانے کا۔ تمہیں نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اگر کچھ کرنے کو دل چاہ رہا ہے تو کرو بے شک۔ روک کر کیوں رکھتے ہو۔ اگر روک کر رکھو گے تو تم نفسیاتی بیمار بن جاؤ گے اور قانون تمہیں حق دیتا ہے۔ اپنے ماں باپ کے خلاف، اپنے مذہب کے خلاف بے شک بغاوت کرو۔ کوئی پابندی نہیں ہے اور دوسری طرف قانون یہ اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ خبردار اب تم بالغ ہو رہے ہو۔ پہلے ہم تم سے نرمی کرتے تھے اب اگر تم نے اس قانون کو توڑا تو تم سے سختی کی جائے گی اور کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ کیسا دوغلہ پن ہے۔ کیسی HIPPOCRASY ہے کہ ایک طرف بالا قانون جو خدا کا قانون ہے اس کو بلوغت کے وقت ٹھکرا کر پارہ پارہ کر کے قدموں میں پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ پرانا طوق تھا اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قدموں میں پھینکنا ہی اس کے ساتھ بہترین سلوک ہے اور جہاں انسانی قانون کا تعلق ہے وہ طوق پہنا دیئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس سلسلہ میں ایک چیز ہے جس کو وہ بھلا دیتے ہیں اور وہ یہ بات بھلا دیتے ہیں کہ دنیا کے قانون میں بھی عملدرآمد کے لئے دراصل خوف خدا ہی کی ضرورت ہے۔ اگر دنیا کے قانون کو خدا سے خالی کر کے دیکھا جائے تو ہر انسان اس قانون کو اپنے طور پر توڑنے کی کوشش کریگا خواہ کتنی بھی سزائیں مقرر ہوں۔ مجرم جب جرم کر رہا ہوتا ہے تو اس غالب گمان کے تابع وہ جرم کرتا ہے کہ میں دکھائی نہیں دے رہا۔ دن کی بجائے راتوں کے جرم بڑھ

جاتے ہیں اور ہر انسان جرم سے پہلے گردوپیش دیکھتا ہے اور اپنی طرف سے تسلی کرلیتا ہے کہ میں دکھائی نہیں دوں گا یا پکڑا نہیں جاؤں گا تو جہاں خدا کا تصور مٹ جائے وہاں حقیقت میں دنیا کے قانون کا احترام بھی لازماً مٹتا ہے اور یہ ان لوگوں کی بے وقوفی ہے کہ یہ رجحان پیدا کر کے کہ خدا کا تو انکار کردو اور ہمارے قانون کا احترام کرو واقعۃً ملکی قانون کا احترام کروالیں گے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ بے خدا سوسائٹیاں قانون سے ہی دور ہو جاتی ہیں اور قانون شکنی ان کی فطرت کا حصہ بن جایا کرتی ہے اور قانون سے بچ کر بھاگنے کا جو تصور ہے یہ حقیقت میں جرم کروانے پر انسان کو آمادہ کرتا ہے اور یہ خطوات الشیطان کی ایک قسم ہے۔ حضرت مسیح موعود...... نے جو تجزیہ پیش فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم بلوغت کو پہنچتے ہو۔ جب حساب کتاب کی عمر کو پہنچتے ہو تو یاد رکھو کہ دنیا کے قانون سے تو تم بھاگ سکتے ہو مگر خدا کے قانون سے بھاگ نہیں سکتے۔ اس لئے اگر زیادہ احترام کی بات ہے تو خدا کے قانون کا زیادہ احترام کرو کیونکہ دنیا کا قانون توڑو گے تو بچنے کی کئی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں مگر خدا کا قانون توڑ کر بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس کی ایک مثال میں نے آپ کے سامنے بھی رکھی ہے۔ ساری دنیا میں جو جرم بڑھ رہے ہیں اور بے اطمینانی بڑھ رہی ہے یہ اسی خدا کے قانون کو توڑنے کا نتیجہ ہے جس کو میں نے بیان کیا ہے۔ آپ کو سمجھنا چاہیئے کہ سزائیں دو قسم کی ہیں۔ کچھ سزائیں ہیں جو IN BUILT ہیں نظام کے اندر بنی ہوئی ہیں۔ اس نظام کو جب آپ توڑتے ہیں تو وہ سزائیں ٹوٹے ہوئے نظام سے اچھل کر آپ پر حملہ کرتی ہیں۔ جس طرح شیشے کا گلاس ٹوٹ جائے تو اس کے بعض ٹکڑے انسان کو زخمی کر دیتے ہیں۔ غلطی سے پاؤں پڑجاتا ہے تو انسان زخمی ہو جاتا ہے مگر خدا کے قانون توڑنے کے نتیجہ میں غلطی کا سوال نہیں ہے۔ وہ قانون خود اپنے بدلے لیتا ہے۔ پس جہاں رزق حلال کو آپ فرضی اور پرانے زمانے کی بات سمجھ لیں وہاں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسی سوسائٹی کو سزا نہ ملے جو حرام رزق کی عادی ہو چکی ہو اور وہ سزائیں آپ دیکھ رہے ہیں۔ نہ امریکہ اس سے بچا ہے نہ انگلستان بچا ہے نہ جرمنی بچا ہے اور مشرقی قومیں تو سر سے پاؤں تک سزائیں بھگت رہی ہیں اور ان کو ہوش نہیں آرہی۔

دوسری سزا وہ ہے جو خدا بعد میں دیتا ہے۔ مرنے کے بعد کی دنیا میں اس کی روح جو مسخ شدہ حالت میں بیمار روح کے طور پر اٹھتی ہے وہ خود اپنی ذات میں ایک سزا بن جاتی ہے تو حضرت مسیح موعود...... فرماتے ہیں کہ

"دنیاوی حکام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ایک قانون مشتہر کر دیتے ہیں اور پھر اگر کوئی ان کے احکام کو توڑتا اور خلاف ورزی کرتا ہے تو پکڑا جاتا اور سزا پاتا ہے۔..............

فرمایا اسی طرح خدا نے بھی نظام بنایا ہوا ہے۔ یہ مضمون پیچھے سے چلا آرہا ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ خدا چھوڑ دے گا۔ دنیا کے حکام جس طرح اپنے قانون توڑنے والوں کو سزا دیتے ہیں کائنات کا حاکم اپنے قانون توڑنے والوں کی سرزنش کرتا ہے، پرسش کرتا ہے ان کا مؤاخذہ کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مشتہر ہونا چاہیئے۔ سب کو پتہ لگ جانا چاہیئے۔ چنانچہ مذاہب آتے ہیں اور خدا کے قانون کی خوب منادی کرتے ہیں۔ خوب کھول کھول کر بیان کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

لیکن دنیاوی احکام کے عذاب سے اور ان کے قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی سزا سے آدمی کسی دوسری عملداری میں بھاگ جانے سے بچ بھی سکتا ہے.................

ابھی حال ہی میں انگلستان سے ایک مبینہ مجرم نے بھاگ کر ایک اور ملک میں پناہ لی ہے اور اپنی BAIL JUMP کر گئے ہیں۔ BAIL ضائع کر دی ہے اور کہا ہے کہ میں اس ملک میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ انگلستان بڑی کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح اس دوسرے ملک سے پکڑ کر ان کو واپس بلوایا جائے لیکن آپس میں مجرموں کے تبادلہ کا معاہدہ کوئی نہیں تو یہ اس بات کی ایک مثال ہے کہ ایک مجرم بھاگ کر ایک اور عملداری میں چلا جاتا ہے جس طرح پاکستان میں مجرم بھاگ کر آزاد علاقے میں چلے جایا کرتے ہیں پھر کوئی ان کو پکڑ کر بلوا نہیں سکتا۔ تو فرمایا:

......اور اس طرح پیچھا چھڑا سکتا ہے۔ مثلاً اگر انگریزی عملداری میں کوئی خلاف ورزی کی ہے تو وہ فرانس یا کابل کی عملداری میں بھاگ جانے سے بچ سکتا ہے......

دیکھیں! حضرت مسیح موعود........ نے اس زمانے میں بھی کیسے پتہ کی بات کی ہے۔ آپ کو پتہ تھا کہ انگریز اور فرانس کی آپس میں رقابت ہے اور امکان موجود ہے کہ انگریز کا مجرم فرانس میں جائے گا تو فرانس اس کو واپس نہیں کریگا اور کابل کی مثال بالکل واضح ہے۔ جو بھی مجرم بھاگ کر کابل کی عمل داری یا افغانستان میں چلے جایا کرتے تھے کبھی بھی انگریز ان کو واپس نہیں لے سکا۔

"......لیکن خدا تعالیٰ کے احکام و ہدایات کی خلاف ورزی کر کے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ زمین و آسمان جو نظر آتا ہے یہ تو اسی کا ہے۔ کوئی زمین و آسمان کسی اور کا کہیں نہیں ہے........ (تلاش کر لو۔ ڈھونڈو۔ کسی اور کا بنایا ہوا زمین و آسمان کہیں تمہیں دکھائی نہیں دے گا۔) جہاں تم کو پناہ مل جاوے۔ اس واسطے یہ بہت ضروری امر ہے کہ انسان ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس کی ہدایتوں کے توڑنے یا گناہ کرنے پر دلیر نہ ہو کیونکہ گناہ بہت بری شے ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور گناہ پر دلیری کرتا ہے تو پھر عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ اس جرأت و دلیری پر خدا تعالیٰ کا غضب

آتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی"۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 392۔393)

پس میں جو مضمون بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا کا غضب تو سب نے دیکھا ہوا ہے جب خدا کے قوانین کو قومی طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے یا بے حرمتی کا سلوک ان سے کیا جاتا ہے تو انسان ضرور قومی سزاؤں میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ اتنی قطعی بات ہے کہ کوئی اندھا بھی ہو تو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ ہی آخرت کے عذاب کو بھی جوڑ دیا گیا ہے۔ فرمایا اس دنیا میں جہاں سزا دیتا ہے پھر آخرت میں بھی بعض سزائیں مقدر ہیں جب تم دنیا کی سزاؤں سے بچ نہیں سکتے تو کیسے گمان کر سکتے ہو کہ آخرت کی سزاؤں سے بچ جاؤ گے۔ پس قانون کے احترام کے لئے خدا کے تصور کا مضبوط ہونا انتہائی ضروری ہے اور دنیا کا قانون ہو یا آخرت کا قانون ہو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لائے بغیر کسی قانون کو کوئی تحفظ نہیں ہو سکتا ور نہ انسان اگر خدا کی نظر سے اوجھل ہو جائے تو پھر ہر دوسری چیز سے اوجھل ہو سکتا ہے۔ ایک ہی نظر ہے جو ہر حال میں انسان کو پکڑتی اور دیکھتی ہے اور وہ خدا کی نظر ہے۔ پس جرائم سے بچنے کے لئے خدا کا وجود ضروری ہے اور خدا کا انکار کرنے والے جتنا مرضی زور مار لیں ناممکن ہے کہ وہ جرائم سے بچ سکیں۔ ایک ہی طریق ہے کہ خدا کی طرف واپس آؤ۔ اس سے سچی اور دائمی قوت ملتی ہے۔ اسی سے انسان گناہوں سے بچنے کی طاقت پاتا ہے اور ایک بہتر خوبصورت دلکش معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

اب میں پاکستان کے احمدیوں سے مخاطب ہو کر مختصراً کہتا ہوں کہ مجھے پتہ ہے کہ وہ اس شدید گرمی میں بھی بڑے جوش و خروش سے دور دور سے ان جگہوں میں اکٹھے ہوئے ہیں جہاں ڈش انٹینا کے ذریعہ یہ خطبہ سنا جا رہا ہے۔ پہلے مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ چار دن کا ولولہ نہ ہو اور اس کے بعد پھر اسی طرح اپنے گھروں میں سو جائیں جس طرح پہلے غفلتیں کیا کرتے تھے مگر ربوہ اور لاہور اور دوسرے گاؤں دیکھ کر آنے والے بعض جو مجھے ملتے ہیں۔ ابھی کل ہی کچھ دوست ملے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس الفاظ نہیں جو ہم بیان کر سکیں کہ کس طرح اللہ کے فضل کے ساتھ یہ جوش اور یہ تعلق کا سلسلہ کم ہونے کی بجائے زیادہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور زیادہ مضبوط اور گہرا ہو رہا ہے۔ بعض جگہ یوں لگتا ہے کہ عید کی کیفیت ہے تو میں ان سب کو جو آج اس خطبہ کو سننے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں رزق حلال کے حق میں اگر آپ نے جہاد نہ کیا تو کوئی نہیں ہے جو یہ جہاد کرے گا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی شخص کو یا کسی پارٹی کو نام لیکر کچھ کہنا مناسب نہیں ہے مگر بعض صورتیں ایسی ہیں جن پر قرآن کریم کی یہ آیت صادق آتی ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ فساد خشکی پر بھی غالب آچکا ہے اور تری پر بھی غالب

آچکا ہے۔ سمندر بھی زہریلے ہو گئے ہیں اور زمین کی فضا بھی زہر آلود ہو گئی ہے۔ ایسی حالت میں جن قدروں کی حفاظت کا کام حضرت مسیح موعود...... اور آپ کی غلام جماعت کے سپرد کیا گیا ہے وہ غلام جماعت ان معنوں میں کہ جس طرح مسیح موعود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے غلام ہیں اسی طرح یہ جماعت بھی محمد رسول اللہ اور (......) ہی کی غلام ہے۔ پس غلام کا کام خدمت کرنا ہے اور اس خدمت کی طرف میں آپ کو بلاتا ہوں اگر آپ نے معاشرے کو بددیانتی سے بچانے کی کوشش نہ کی تو معاشرہ تو تباہ ہو ہی چکا ہے آپ بھی مارے جائیں گے کیونکہ نہی عن المنکر کا ایسا وقت آپہنچا ہے کہ اگر قومی طور پر آپ نے بددیانتی کے ذریعہ کمائے ہوئے رزق کے خلاف آپ نے جہاد نہ کیا تو آپ خود بھی ان بدعادتوں سے بچ نہیں سکیں گے۔ بہت سے احمدی ہیں جو زخمی ہو چکے ہیں۔ وہ وقت نہیں رہا جب یہ کہا جاتا تھا کہ احمدیہ جماعت میں بددیانت آدمی ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ وہ وقت ختم ہو گئے جب یہ کہا جایا کرتا تھا اور مخالف بھی اعتراف کرتے تھے کہ حکومت کے نوکروں میں اگر کسی نے دیانتدار ڈھونڈنا ہے تو احمدی کو تلاش کرے۔ اب تو نہ حکومت کے نوکروں میں نہ باہر دیانتدار کی صورت دیکھنے کو دنیا ترس جاتی ہے اور دیانتداری بے وقوفی سمجھی جاتی ہے۔ پس ایسی حالت میں اگر جماعت احمدیہ نے دیانتداری کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو حقیقت یہ ہے کہ پھر جماعت میں بددیانتی پیدا ہو جائیگی اور مجھے تکلیف کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ابھی بھی داخل ہونی شروع ہو گئی ہے۔ پھر جب یہ بڑھ جائے گی تو آپ کے بس میں نہیں رہے گی۔ کیونکہ بیماریاں جب جسم پر قبضہ کر لیا کرتی ہیں تو پھر ان بیماریوں کا انسان کے پاس کوئی حقیقی علاج نہیں رہتا۔ علاج ہوتے ہیں مگر بیماری اتنے زور سے شدّت اختیار کر جاتی ہے کہ وہ علاج کے قابو میں نہیں رہتی۔ حضرت مسیح موعود...... فرماتے ہیں:

"اب میرا مدعا اور منشا اس بیان سے یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدہا نشان اس نے ظاہر کئے ہیں اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہؓ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آجاوے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ آخرین منھم میں داخل ہوتے ہیں اس لئے وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اتار دیں اور اپنی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں"

یہ وہ توقع ہے جو حضرت مسیح موعود...... آپ سے رکھتے ہیں اور اس توقع میں حوالہ وہ دیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا آپ سے یہ توقع رکھتا ہے۔ آخرین منھم کا حوالہ دیکر بات کو خدا تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ نے چودہ سو سال پہلے آپ کا جو ذکر فرمایا۔ آخرین منھم آپ ہیں۔ آپ سے دنیا کی نجات وابستہ فرما دی گئی ہے۔ اگر آپ نے وہ مقام اور مرتبہ حاصل نہ کیا جس مقام اور مرتبہ تک یہ آیت آخرین منھم آپ کو پہنچا رہی ہے تو پھر دنیا کی اصلاح کی آپ کو استطاعت نہیں ہوگی۔ دنیا کی اصلاح کے آپ مجاز نہیں کہلا

سکتے۔ آخرین منہم کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے تو وہ بہت دور ہوں گے لیکن اپنے اخلاق، اپنے کردار، اپنی اطاعت کی روح کے لحاظ سے، اپنے ایمان کے لحاظ سے ایسے ہوں گے گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے زمانہ کے وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے خود آپ سے تربیت حاصل کی ہے۔ کتنا بڑا مقام ہے اور ایک چھوٹے سے اشارے میں کتنی وسیع دنیا ہمارے سامنے کھڑی کر دی گئی۔ آخرین منہم کا جو کچھ مقام قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے وہ صحابہ کا مقام ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے غلاموں سے ملانے والا مقام ہے اور یہ ملنا اخلاقی قدروں اور ایمانی قدروں اور نیک اعمال کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ یہاں سے بات شروع کریں گے تو پھر آپ دنیا کی اصلاح کے اہل قرار دیئے جائیں گے پھر واقعۃً آپ کی طرف غیروں کی نظریں بھی اٹھیں گی جس طرح پہلے اٹھا کرتی تھیں اور سب یہ کہیں گے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی اس ملک کو بچا سکتا ہے تو مسیح موعود کی یہ جماعت ہے جو بچا سکتی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ آج سے پندرہ بیس سال پہلے تک غیروں کو جماعت سے یہی توقع ہوا کرتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ شیخوپورہ میں چوہدری انور حسین صاحب کے ہاں بڑی دلچسپ مجلس لگی ہوئی تھی۔ چوٹی کے سیاستدان اور وکلاء جو شیخوپورہ کے تھے وہ آئے ہوئے تھے تو معاشرے کی حالت اور ملک کی حالت پر بحث ہوتے ہوتے ایک صاحب نے اٹھ کر بڑے زور سے یہ کہا کہ سب باتیں ہو چکیں۔ تجزیئے ہو گئے سوال یہ ہے کہ نجات کیسے ہو؟ ہم بچیں کس طرح؟ وہ غیر احمدی معزز انسان تھے۔ انہوں نے کہا کہ میری بات تمہیں کڑوی لگے گی مگر میں نے آج سچی بات ضرور کرنی ہے۔ اب یہ ملک اس طرح بچتا ہے کہ دس سال کے لئے جماعت احمدیہ کو ٹھیکہ پر دے دیا جائے۔ اس کے سوا اس ملک کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور میں سمجھا تھا کہ اس کے خلاف بڑا سخت رد عمل اٹھے گا لیکن تمام سامعین نے تائید میں سر ہلایا کہ ہاں تم بات سچی کر گئے ہو۔ اب تو معاملہ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اب تو اگر ٹھیکے پر دیں بھی تو جماعت بیس تیس سال سے کم کے ٹھیکے پر لینے کا سوچ بھی نہیں سکتی لیکن اس ٹھیکے میں ہم کچھ نہیں مانگیں گے۔ ہم صرف تمہیں دیں گے۔ یہ توقع رکھیں گے کہ جو نیک کام تمہیں کہتے ہیں تم تسلیم کرتے چلے جانا۔ جو نیک کوشش تمہارے لئے کریں گے اس کی تائید کرنا۔ تمہارے لئے دعائیں کریں گے لیکن میں جانتا ہوں کہ ملک کا مزاج اس بات کے لئے تیار نہیں ہے۔ پس ایک ہی انقلاب ہے جو اس ملک کو بچا سکتا ہے اور وہ احمدیت کا حقیقی انقلاب ہے۔ ٹھیکے کی باتیں چھوڑیں۔ ہمیشہ کے لئے ان کو اپنا لیں۔ کیونکہ جو آپ کی جھولی میں آئے گا وہ خدا کی جھولی میں آجائے گا اور اس کی حفاظت کا اس سے بہتر اور کوئی انتظام نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

قسط سوم

نیتوں کے کرشمے

محترم عبدالسمیع خان صاحب۔ ربوہ

انسان اگر اچھی نیت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اچھے عمل کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے اور اگر عمل کی توفیق نہ بھی ملے تو انسان جزا کا مستحق کہلاتا ہے۔

حضرت عمرو بن اقیشؓ عین جنگ احد کے دن ایمان لائے۔ جہاد میں شرکت کی اور زخمی ہو کر گھر تشریف لائے۔ ان سے پوچھا گیا کہ جہاد میں شرکت حمیت قومی کے لئے تھی یا خدا کی راہ میں۔ فرمایا:-
"صرف خدا اور اس کے رسولؐ کی حمایت کی تھی" پھر ان زخموں سے وہ شہید ہو گئے۔
(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی من یسلم ویقتل وکانہ فی سبیل اللہ)

ایک بدو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ کے ساتھ ہجرت کرنیکی خواہش ظاہر کی۔ حضور نے بعض صحابہؓ کو اس کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔ ایک غزوہ میں مال غنیمت آیا تو آپ نے ان صحابہؓ کے ذریعہ اس کو بھی حصہ عطا فرمایا۔ اس نے وہ رکھ لیا۔ مگر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میں مال غنیمت کے لئے ایمان نہیں لایا۔ اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ میرے حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں جگہ پاؤں۔ فرمایا:- اگر تم خدا کے وفادار ہو تو خدا ضرور تیری تمنا پوری کریگا۔ تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوئی تو وہ ٹھیک حلق پر تیر کھا کر شہید ہو گیا۔ صحابہؓ اس کی لاش حضورؐ کے سامنے لائے تو آپ نے فرمایا:-
"اس نے خدا کی تصدیق کی تو خدا نے اس کی تصدیق کی"
اور پھر حضورؐ نے اپنا جبّہ اس کے کفن کے لئے عنایت فرمایا اور دعا کی کہ:-

"اے خدا تیرا یہ بندہ تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا تھا اور شہید ہو گیا ہے۔ میں اس کا گواہ ہوں"۔ (نسائی کتاب الجنائز۔ باب الصلوۃ علی الشہداء)

حضرت امّ ورقہ بنت نوفلؓ کو شہیدہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مجھے بھی شریک جہاد ہونیکی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ میں مریضوں کی تیمار داری کرونگی شاید مجھے درجہ شہادت حاصل ہو جائے۔

مگر آپ نے فرمایا۔ تم گھر میں ہی رہو خدا تمہیں وہیں شہادت دے دیگا۔ حضرت امّ ورقہؓ نے ایک غلام اور لونڈی مدبّر کئے تھے۔ یعنی ان سے کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گے۔ انہوں نے حضرت امّ ورقہؓ کو شہید کر دیا تاکہ جلد آزاد ہو جائیں۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ النساء)

زوجہ رسول حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی کبھی کسی ضرورت کے لئے قرض لے لیتی تھیں۔ ایک بار کسی نے روکا اور کہا کہ آپ ادا کس طرح کرینگی۔ فرمایا:۔

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قرض لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ اس قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے وہ قرض ادا کر دیتا ہے۔ (یعنی اسے ادائیگی کی توفیق دے دیتا ہے)

(ابن ماجہ کتاب الصدقات باب من ادان دیناً، مسند احمد جلد 6 صفحہ 332)

اس اصول کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایک دفعہ یہ واقعہ سنایا کہ بنی اسرائیل کے ایک فرد نے اپنے ایک ہم قوم سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔ دوسرے نے گواہ لانے کو کہا تو اس نے کہا میں خدا کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور وہ سب سے بہتر گواہ ہے۔ اس پر قرض دینے والے نے ضامن کا مطالبہ کیا تو اس نے خدا کو اپنا ضامن قرار دیا۔ قرض دینے والے نے اس بات کو قبول کر لیا۔ اور اسے ایک مقررہ مدّت تک رقم بطور قرض دیدی۔ رقم لیکر وہ شخص سمندری سفر پر نکلا اور اپنی ضرورت پوری کی۔ اس کے بعد وہ کسی کشتی کی تلاش میں رہا تاکہ اس کے ذریعہ وہ مقررہ مدّت کے اندر واپس پہنچ کر قرض ادا کر دے۔ مگر اس کو کوئی کشتی نہ ملی۔

اس پر اس نے ایک لکڑی لی۔ اسے اندر سے کھوکھلا کیا اور اس میں ایک ہزار دینار بھی ڈالے اور اپنی طرف سے ایک خط تحریر کر کے ان کے ساتھ رکھ دیا اور پھر اس سوراخ کو اوپر سے بند کر دیا۔ پھر سمندر کے کنارے پر آیا اور خدا سے یہ دعا کی کہ اے خدا میں نے تجھے گواہ اور ضامن بنا کر قرض لیا تھا۔ اب میں نے ادائیگی کے لئے کشتی کی بہت تلاش کی۔ مگر نہیں ملی۔ اب میں یہ لکڑی کا ٹکڑا (جس میں دینار بند ہیں) تیرے سپرد کرتا ہوں کہ تو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔ دوسری طرف وہ آدمی جس نے قرض وصول کرنا تھا ساحل سمندر پر آیا اور اپنے مقروض کا انتظار کرتا رہا۔ کہ اچانک اس نے لکڑی کا ایک ٹکڑا تیرتے ہوئے دیکھا۔ اور اس خیال سے اٹھا لیا کہ بطور ایندھن کام آئے گا۔ مگر گھر جا کر توڑا تو اس میں اس کی رقم اور خط موجود تھا۔ اس دوران مقروض کشتی

کے انتظار میں رہا۔ اور جب کشتی ملی تو ایک ہزار دینار لے کر سوار ہوا اور اپنے قرض خواہ تک پہنچ کر دیر سے آنے کی معذرت کی اور وجہ بیان کی۔

اس نے پوچھا کیا تو نے پہلے میری طرف سے کچھ روانہ کیا تھا۔ تو اس نے لکڑی والا واقعہ سنایا۔ تب اس نے بتایا کہ تیری روانہ کی ہوئی رقم مجھ تک پہنچ گئی ہے۔ اور وہ اپنے ساتھ لائے جانے والے ہزار دینار لیکر خوشی خوشی واپس ہو گیا۔

(بخاری کتاب الکفالہ باب الکفالتہ فی القرض)

حضورؐ نے فرمایا:۔

"جب کوئی شخص وعدہ کرتا ہے اور اسے پورا کر نیکی نیت رکھتا ہے مگر اسے وفا نہیں کر سکتا۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

(ترمذی کتاب الایمان باب علامۃ المنافق)

اچھی نیت مگر عمل نہیں کر سکا لیکن نیت کے مطابق اجر مکمل

حضورؐ نے فرمایا:۔

"بہترین عمل پاک نیت ہے"۔ (کنز العمال جلد نمبر 2 صفحہ 86)

فرمایا:۔

"مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مومن بندے کو نیت کے بدلہ میں وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اسے عمل کے بدلہ نہیں دیتا۔ کیونکہ عمل میں تو ریا ہو سکتا ہے۔ نیت میں کوئی ریا نہیں ہوتا"۔

(کنز العمال جلد نمبر 2 صفحہ 87)

"جب کوئی بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک نیکی لکھ لیتا ہے۔ خواہ وہ عمل نہ کرے۔ مگر جب وہ نیکی کر لیتا ہے تو اس کا دس گنا اجر لکھا جاتا ہے"۔

(مسند احمد جلد 2 صفحہ 315)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

جو شخص صبح اٹھ کر تہجد پڑھنے کی نیت کر کے بستر پر سونے کے لئے گیا مگر اس کی آنکھ نہ کھلی تو

اسے نیت کے مطابق اجر مل جائے گا۔ اور اس کی نیند اس کے رب کی طرف سے اس پر انعام کے طور پر ہوگی۔

(نسائی کتاب قیام اللیل باب من اتی فراشہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم 6ھ میں عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ پہنچے۔ مگر مکہ والوں نے عمرہ کی اجازت نہ دی اور حضورؐ واپس تشریف لے آئے۔ مگر خدا کی نظروں میں یہ عمرہ مقبول ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ:-

"مدینہ کے بعض ایسے لوگ ہیں کہ تم نے جب بھی کسی علاقہ میں قدم رکھا ہے۔ کسی وادی کو طے کیا ہے تو وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! وہ لوگ مدینہ میں تھے ہمارے ساتھ کیسے رہے؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو کسی مجبوری کی بنا پر تمہارے ہمراہ نہیں تھے۔ مگر نیت اور اجر کے لحاظ سے تمہارے ہمرکاب تھے۔

(بخاری کتاب المغازی باب نزول النبی الحجر)

ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہے۔ مگر ابھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ فرمایا:-

"آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے"

(ترمذی ابواب الزھد باب المرء مع من اَحبّ)

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا گزر ریت کے ایک بہت بڑے ٹیلے سے ہوا اس وقت چاروں طرف قحط کا زور تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ اے کاش! اس ٹیلے کی مقدار کے برابر اگر اناج میرے پاس ہوتا تو میں اسے خلق خدا میں تقسیم کر دیتا۔ اور بطور خیرات محتاجوں میں بانٹ دیتا۔ فوراً پیغمبر وقت پر وحی نازل ہوئی کہ اس (خوش نیت) شخص سے کہہ دو کہ تیرا صدقہ ہم نے قبول فرمایا۔

(نسخہ کیمیا صفحہ 980)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک دفعہ حج سے فارغ ہو کر حرم میں سو گئے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا اس سال حج کے لئے کتنے لوگ آئے ہیں۔ دوسرے نے کہا چھ لاکھ۔ پھر پوچھا کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا ہے۔ دوسرے نے جواب دیا کسی کا بھی نہیں۔ ہاں دمشق میں ایک موچی علی بن موفق رہتا ہے۔ اگرچہ وہ حج کے لئے نہیں آیا۔ مگر اس کا حج قبول ہو گیا ہے۔

خواب کے بعد جاگے تو دمشق کی طرف چل پڑے۔ علی بن موفق کے گھر پہنچے اور اسے سارا خواب سنایا۔ اس پر اس نے بتایا کہ میں نے حج کے ارادہ سے ساری عمر میں چھ سو (چراسی) کر تیس ہزار درہم جمع کئے تھے اور حج کے لئے بالکل تیار تھا کہ میری بیوی نے کہا۔ ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو آ رہی ہے ذرا سا لے آؤ۔ میں اس کے گھر گیا تو اس نے کہا۔ یہ گوشت تم پر حلال نہیں ہے۔ کیونکہ سات دن کے فاقہ کے بعد بچوں کی بھوک سے بیتاب ہو کر آج تھوڑا سا مردار پکایا ہے۔ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ فوراً آکر تیس ہزار درہم لئے اور ہمسائے کو دیئے تاکہ وہ اپنے بال بچوں پر صرف کر سکے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ فرشتوں نے واقعی سچ کہا تھا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ 135)

اچھی نیت مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کسی مصلحت کے تحت عمل سے روک دیا گیا۔ مگر نیت کی وجہ سے پورا اجر ملتا ہے

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہؓ جو ان کے نکاح میں تھیں ان دنوں شدید بیمار تھیں اس لئے حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو پیچھے رہ کر ان کی تیمارداری کا حکم دیا۔ اور فرمایا:-

"تمہیں بدر میں شامل ہونے والوں کے برابر اجر ملے گا"

حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے حضورؐ نے بیعت رضوان لی تھی اور حضورؐ نے خود حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور انہیں اس بیعت کے اجر میں شامل فرمایا۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمان)

جنگ تبوک پر روانہ ہوتے ہوئے حضور نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ۔ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ فرمایا:-

"کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تیری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہو جیسی ہارون کی موسیٰ سے تھی"۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ تبوک)

بنو سلمہ کا قبیلہ مدینہ کے کنارے پر آباد تھا۔ انہوں نے سوچا کہ مسجد نبویؐ ہم سے بہت دور ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا ٹھکانہ تبدیل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں جگہ لینی چاہیئے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی سرحدوں کی حفاظت کے خیال سے انہیں جگہ تبدیل کرنیکی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تم جو قدم اٹھا کر دور سے مسجد میں آتے ہو اس کا تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

(بخاری کتاب الاذان باب احتساب الاثار)

ایک اعرابی نے حضورؐ سے عرض کی۔ مجھے ہجرت کے بارے میں بتائیے؟ حضورؐ نے فرمایا::-

"ہجرت کا معاملہ بہت سخت ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی اونٹ ہیں اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ کہا جی ہاں۔ فرمایا! پھر اگر تو سمندر پار بھی نیک اعمال بجالائے تو خدا تجھے پورا اجر دیگا اور کوئی کمی نہیں کریگا"۔

(بخاری کتاب الادب باب قول الرجل ویلک)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد بالسیف میں شمولیت کی اجازت طلب کی تو حضورؐ نے فرمایا:-

"تمہارا جہاد حج ہے"

ایک بار ارشاد فرمایا:-

"عورتوں کا بہترین جہاد حج ہے" (بخاری کتاب الجهاد باب جہاد النساء)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد بالسیف میں شامل ہونیکی اجازت مانگی حضورؐ نے پوچھا۔

"کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں یارسول اللہؐ فرمایا! پھر جا اور انکی خدمت کا جہاد کر"۔

(بخاری کتاب الجهاد باب الجهاد باذن الوالدین)

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا۔ بغداد پہنچ کر حضرت ابو حازم مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ کو محو استراحت دیکھ کر ٹھہر گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور حضورؐ نے آپ کو ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنی ماں کے حق کا خیال کرو یہ حج کی نسبت بہتر ہوگا۔ اس لئے

تم واپس چلے جاؤ اور اپنی ماں کی خدمت کرو۔ چنانچہ وہ بزرگ واپس چلے گئے اور ماں کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ 49)

ایک شخص نے فرغانہ سے حج کا ارادہ کیا اور نیشا پور پہنچ کر حضرت عثمان الحیری رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ وہاں پہنچ کر سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ عجیب بزرگ ہیں میرے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ اس پر حضرت عثمان الحیری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا حج اسی بات کا نام ہے کہ بیمار ماں کو چھوڑ کر حج پر جاؤ۔ وہ شخص وہیں سے واپس چلا گیا اور جب تک ماں زندہ رہی اس کی خدمت کرتا رہا۔ والدہ کی وفات کے بعد وہ شخص پھر آپ سے ملنے کے لئے آیا تو آپ نے دوڑ کر اس کا استقبال کیا۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ 235)

اخلاص نیت

اخلاص نیت کا مضمون بھی گہرا اور اپنی روح میں نہایت پاکیزہ مضمون ہے۔ یعنی نیت نیک بھی ہو اور پاتال تک خدا کے لئے ہو تو وہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور بہت بلند مرتبہ ہے۔ اس لئے ایک جیسے نیک نیت رکھنے والوں میں سے زیادہ اخلاص والا خدا کی نظر میں با برگ و بار ہوتا ہے۔ ان لوگوں میں حضرت ابو بکرؓ کی مثال ایک نمایاں عنوان ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"ابو بکر کو تم پر فضیلت زیادہ نمازوں اور روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس چیز یعنی نیت اور اخلاص کے سبب سے ہے جو اس کے دل میں ہے"۔

فرمایا:-

جو شخص اپنی چالیس صبحیں خدا کے لئے خالص کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوڑ کر اس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔

(جامع الاصول کتاب النیت جلد 12 صفحہ 191)

معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھوڑے کو چابک لگاتے تو کہتے کہ (چابک سے) خلاصی پانا ہو تو اخلاص پیدا کر۔ ابو سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کہتے کہ خدا ٹھنڈا رکھے اس خوش بخت کو جس نے اپنی عمر میں ایک قدم اخلاص سے اٹھایا یعنی اس میں سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی شئے کو نہ چاہا۔ ابو ایوب سجستانی

رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "اخلاص نیت اصل نیت سے بھی دشوار تر ہے"۔(نسخہ کیمیا صفحہ 996)

اخلاص نیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیتوں کے بارے میں نہ صرف جامع تعلیم دی ہے بلکہ خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل پیرا تھے اور یقیناً آپ کی پاک نیتوں نے ہی آپ کے اعمال کو خدا کی نظر میں رفعتیں عطا کیں اور دائمی زندگی سے نوازا۔ اور اسی کا ایک ثمر یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اخلاص نیت کا اعتراف آپ کے دشمنوں اور اشد مخالفوں کو بھی ہے۔ چند ایک گواہیاں ملاحظہ ہوں۔

مخالفین کا اعتراف

جی۔ ڈبلیو۔ لیٹر لکھتے ہیں:۔

"اگر سچے رسول میں ان علامتوں کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ ایثار نفس اور خلوص نیت کی جیتی جاگتی تصویر ہو..... تو میں نہایت عاجزی سے اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی تھے اور ان پر وحی نازل ہوتی تھی"۔

(ستارہ صبح جلد1 صفحہ 19 برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ اوّل صفحہ 46)

مشہور عیسائی مؤرخ جرجی زیدان (1861۔1914ء لبنان) لکھتے ہیں:۔

"دعوت اسلام کی تاریخ صاف صاف دلالت کرتی ہے کہ پیغمبر اسلام بالکل اخلاص اور سچائی کیساتھ اس ہدایت پر آمادہ ہوتے تھے اور وہ اپنی رسالت کی صحت کا یقین کامل رکھتے تھے"۔

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ دوم صفحہ 39)

راڈویل تحریر کرتے ہیں:۔

"دلیلوں سے ثابت ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بت پرستی سے چھڑا دیں۔ اور یہ کہ نہایت مرتبے کی خواہش ان کو یہ تھی کہ سب سے بڑے امیر حق یعنی توحید الٰہی کی جو ان کی روح پر غایت درجہ مستولی ہو رہی تھی اشاعت کریں"۔

(دیباچہ ترجمہ قرآن صفحہ 23 مطبوعہ 1861ء، فصل الخطاب صفحہ 24)

جان ڈیوٹ پورٹ رقم طراز ہیں:-

"کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے اس حقیر وذلیل بت پرستی کے بدل جس میں اس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مبتلا تھے۔ خدائے برحق کی پرستش قائم کر کے بڑی بڑی ہمیشہ رہنے والی اصلاحیں کیں وہ جھوٹا نبی تھا۔ کیا ہم اس سرگرم اور پرجوش مصلح کو فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کارروائیاں مکر پر مبنی تھیں۔ نہیں ایسا نہیں کہہ سکتے۔ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ ابتدائے نزول وحی سے اخیر دم تک مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت ان کے پاس رہتے تھے اور جو ان سے بہت کچھ ربط ضبط رکھتے تھے ان کو بھی کبھی آپ کی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا۔"

(بحوالہ نقوش رسول نمبر 4 صفحہ 532)

لیفٹیننٹ کرنل سائکس نے لکھا:-

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص ان کی اولوالعزمی، اخلاقی جرأت، نہایت خلوص نیت سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا"۔

(ہسٹری آف دی عرب۔ بحوالہ برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول جلد 2 صفحہ 35)

مہاشے منوپر سہائے نے اقرار کیا:-

"دنیوی خواہشات کے لئے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ بھی نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ بھی کیا خدا کے حکم سے کیا اور خلوص کے ساتھ کیا"۔

(مدینہ جولائی 32 نقوش رسول نمبر 4 صفحہ 453)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم الشان کردار آپ کی طرف منسوب ہونے والے تمام انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے اور اسی کے ذریعے دنیا میں کامیابیاں اور آخرت میں فلاح مقدر کی گئی ہے۔

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے جماعت احمدیہ کو نیتوں کو پاک کرنے اور ان کی برکات کی طرف بڑے زور سے متوجہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ناممکن ہے کہ آپ پر کوئی فتحیاب ہو سکے آپ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دلوں پر فتحیاب ہوں۔ اپنے کردار پر فتحیاب ہوں۔ اپنی نیتوں پر فتحیاب ہوں۔ اپنے اعمال پر فتحیاب ہوں۔ یہ فتح آپ نے اللہ کی مدد سے کرنی ہے۔ اور پھر ساری دنیا کو آپ کا مفتوح خدا نے بنانا ہے۔ یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہے۔ جو لکھی جاچکی ہے"۔

(خطبہ جمعہ 4۔ مئی 1984ء)

انجیل برنباس
نئی تحقیق کی روشنی میں

محترم شیخ عبدالقادر صاحب محقق۔ رستم پارک لاہور

ولیم مونٹ گمری واٹ عہد حاضر کے چوٹی کے مستشرق ہیں انہوں نے ایک نیا طریق مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا اختیار کیا جسے ہم "بظاہر تعریف بباطن تخریب" کہہ سکتے ہیں مثلاً فرماتے ہیں یہ نہ کہو کہ "محمد" نے قرآن میں یوں کہا بلکہ کہو قرآن یہ کہتا ہے کیونکہ قرآن حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف نہیں بلکہ وجدان روحانی کی آواز ہے۔ ویسے یہ کتاب تاریخی غلطیوں سے پاک نہیں اگر کہا جائے کہ قرآن تمام وکمال خدا کا نازل کردہ ہے تو ماننا ہو گا کہ خدا نے غلطیوں کے پیرایہ میں دنیا کو دھوکا دیا۔ یہ ہے واٹ کا علم کلام 1991ء میں واٹ کی ایک نئی کتاب منظر عام پر آئی ہے اس کا نام ہے۔

MUSLIM CHRISTIAN ENCOUNTERS

"مسلمانوں اور عیسائیوں کا جدال" اس میں واٹ نے قرآن دشمنی کا یہی رنگ اختیار کیا۔ اس کتاب میں انجیل برنباس کا بھی ذکر ہے۔ لکھتے ہیں۔

بعض مسلمان نام نہاد انجیل برنباس کو عیسائیت کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں اس کا ایک ہی نسخہ ملتا ہے اور وہ اطالوی زبان میں ہے جو کہ آج کل امپیریل لائبریری واٹنا میں محفوظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس انجیل کا ایک عربی نسخہ بھی تھا لیکن وہ معدوم ہے۔ 1907ء میں دو سکالرز نے انجیل برنباس کا انگریزی ترجمہ کیا اس کے دو سو سے زیادہ ابواب ہیں اور 400 صفحات پر مشتمل ہے اس کا زیادہ تر مواد انجیلی ہے اور باقی اضافات ہیں جو کسی مسلمان نے عیسائیت کی تغلیط کی غرض سے شامل کر دئے یہاں تک لکھ دیا کہ مسیح عیسیٰ نہیں بلکہ محمدؐ ہیں پھر لکھتے ہیں عیسائی سکالرز اس امر پر متفق ہیں کہ سولھویں صدی کے اواخر کا یہ نسخہ ہے یا شاید چودھویں صدی کا ہو اور کسی نو مسلم نے اسے تالیف کیا ہے اس کا اسلام کے بارہ میں مطالعہ اور علم محدود تھا یہی وجہ ہے جگہ جگہ غلطیاں ہیں اسی طرح بعض تاریخی غلطیاں ہیں مثلاً لکھا ہے ناصرہ گلیل کے سواحل پر آباد ہے۔......عیسائی انجیل برنباس کو اس لئے منظر عام پر لائے

کہ اس کی تاریخی حیثیت کوئی نہیں اور اس کی اشاعت سے عیسائیت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہیں ہے عیسائی عقیدہ اپنی جگہ محفوظ ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ 1977ء میں انجیل برنباس کا فرانسیسی ترجمہ دو سکالرز کی مدد سے منظر عام پر آیا اس کے دیباچہ میں اس امکان کا اظہار ہے اس انجیل کے اضافات کسی نو مسلم کے نہیں ہیں بلکہ عبرانی انجیل کے کسی ایسے نسخے سے لئے گئے جو کہ اب معدوم ہے۔ یہ عبرانی انجیل قرون اولیٰ کے یہودی مسیحیوں کی تھی جو کہ موحد عیسائی تھے۔ الفاظ یہ ہیں:

Original writer had included material from Jewish-Christian Sources otherwise unknown.

آخر میں لکھتے ہیں ایک دوسرے سکالر نے اس مفروضے کو غلط بتایا ہے (صفحہ 117)

عیسائی اس انجیل کو سراسر وضعی قرار دیتے ہیں حالانکہ قاہرہ کے عربی ترجمہ کے دیباچہ میں ایک ممتاز نصرانی مصری سکالر ڈاکٹر خلیل بک سعادت نے اس معدوم شدہ انجیل کا پتہ بھی دیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

غیر ازیں ایک انجیل اغنسطی نامی اور بھی تھی جس کا اب کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا۔ اس انجیل کا آغاز ایک مقدمہ سے ہوتا تھا۔ جس میں سینٹ پولوس کی خوب درگت بنائی گئی تھی اور اسی قسم کا ایک خاتمہ بھی اس انجیل میں تھا۔ یہ انجیل بتاتی تھی کہ حضرت مسیح کی ولادت بغیر کسی تکلیف کے ہوئی تھی۔ اور چونکہ یہ سب باتیں برنباس کی انجیل میں موجود ہیں۔ اس لئے احتمال ہوتا ہے کہ انجیل اغنسطی اس انجیل برنباس کی ماں ہو۔ اور یہ کہ کسی نو مسلم یہودی نے اس انجیل اغنسطی کا کوئی یونانی یا لاطینی زبان کا نسخہ چودھویں یا پندرہویں صدی میں پایا۔ اور اسے اس قالب میں ڈھال دیا۔ جس میں یہ آج نظر آتی ہے۔ بدیں سبب اصل کتاب اور ماخذ معدوم ہو گیا یہ امر حیران کن ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے اور بعد کی ممنوعہ کتب کے فرمانوں میں جو پوپ نے جاری کئے انجیل برنباس کا ذکر ہے۔ ایم آر جیمس نے اپنی جامع کتاب "دی اپاکرفل نیو ٹسٹامنٹ" میں ان فرمانوں کے حوالے دئے ہیں۔ (صفحہ 21-22-23) اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ ایک پرانی انجیل ہے جو کلیسیا کے مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ ڈاکٹر خلیل بک سعادت نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ انجیل برنباس کے ہر صفحہ کے نیچے عربی زبان میں حواشی ہیں ان کی طرف علماء نے توجہ نہیں دی۔ دو قسم کے حاشیے ہیں اوّل غلط سلط عربی

میں جن کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے قرآنی سورتوں کے غلط نام۔ سورۃ الانزال انجیل سورہ عیسی المہ۔ ذکر ادریس قصص وغیرہ اور بعض جگہ عربی عبارت درست اور فصیح ہے۔ لیکن جاہل کاتب نے بعض الفاظ کو بگاڑ دیا۔ موجود الوقت نسخہ میں جگہ جگہ کلمہ طیبہ

لا اله الا الله محمد رسول الله

لکھا ہوا ہے (فصل 39۔41) اسی طرح لکھا ہے۔ "یسوع نے کہا رسول اللہ کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے"۔ حاشیہ میں لکھا ہے۔

رسول الله خاتم الانبياء (فصل ۹۷)

ظاہر ہے کہ یہ عبارتیں اور حواشی کسی مستشرق یا کسی مسلمان نے لکھے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے یہ حوالے انجیل میں کس نے بڑھائے۔ علماء کہتے ہیں کہ ساری کی ساری انجیل کسی نومسلم کی کارستانی ہے حالانکہ یہ انجیل پوپ کی لائبریری میں محفوظ تھی۔ اسے نئے سرے سے کس نے لکھا۔ غلط سلط حاشیے اور دوسرے قرآنی حوالے اور اسم محمدؐ والے اضافات کس نے کر دیئے میرا دعویٰ ہے کہ یہ چرچ کی کارستانی اور دجل و فریب ہے۔ جب پوپ کا ایک مصاحب اس انجیل کو پڑھ کر مسلمان ہو گیا اس کا نام فرامرینو تھا تو چرچ نے اس انجیل کو بگاڑنے کی ٹھان لی۔ اول کسی لاطینی عالم دین کو انجیل دی گئی کہ اس کی نقل تیار کرو۔ اور اسم محمد اور دوسرے قرآن و حدیث کے حوالے ڈال دو۔ اور حواشی میں فصیح عربی فقرے لکھ دو اور جگہ جگہ کلمہ طیبہ لکھ دو۔ جب یہ نسخہ تیار ہو گیا تو پتہ لگا کہ مزید بگاڑنے کی ضرورت ہے پھر یہ انجیل کسی اجہل عربی دان کو دی گئی کہ اس میں غلط سلط حاشیوں کا اضافہ کر دو جب یہ سب کچھ تیار ہو گیا تو اس کی خوبصورت جلد بندی کی گئی اور اسے پبلک کے سامنے لے آئے دیکھ لو یہ ایک اسلامی اور جعلی انجیل ہے۔ پس انجیل برنباس کے 222 فصل ہیں ان میں کچھ حوالے قرآنی اور اسلامی ہیں باقی سب کچھ کسی قدیم عبرانی انجیل کا ورثہ ہے۔ ان تحریفات کی وجہ سے اصل مواد کی اہمیت ختم نہیں ہو جاتی۔ اگر یہ انجیل کسی مسلمان کی لکھی ہوتی تو اس میں قرآن کے خلاف باتیں درج نہ ہوتیں۔

- قرآن حکیم میں حضرت مریم کے درد زہ کا ذکر ہے۔ انجیل برنباس میں ہے یسوع بغیر درد زہ کے پیدا ہوئے۔ (تیسری فصل)
- قرآن میں ہے کہ عیسی بن مریم نے اپنے بعد آنے والے رسول کی خبر دی اس کا نام احمد ہے انجیل برنباس کے متن میں احمد نام سرے سے موجود نہیں اس کی بجائے محمد ہے۔ (فصل 44۔97)
- آسمان سات سے زیادہ ہیں یعنی نو ہیں۔ (فصل 105)

اسی طرح اور بھی مثالیں دی جاسکتی ہیں جن سے ثابت ہے کہ یہ انجیل کسی مسلمان عالم دین کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ انجیل برنباس گوناں گوں الہامی اور روحانی مضامین اور معارف پر مشتمل ہے رسول اللہ کی بشارات اس کا خاص مضمون ہے۔ اوّل نزول انجیل کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

"1۔ اور جس وقت یسوع تیس سال کی عمر کو پہنچا جیسا کہ خود اس نے مجھے اس بات کی خبر دی ہے وہ زیتون کے پہاڑ پر اپنی ماں سمیت زیتون چننے کے لئے چڑھا۔ 2۔ اور اس اثناء میں کہ وہ دوپہر کے وقت نماز پڑھ رہا تھا جوں ہی ان کلمات پر پہنچا کہ "اے خدا اپنی رحمت سے......." ناگہاں ایک نمایاں نور نے اسے گھیر لیا۔ اور بے شمار فرشتوں کا گروہ یہ کہتا ہوا نظر آیا کہ "خدا کی بزرگی بیان کرنا چاہیئے"۔ 3۔ پھر فرشتہ جبریلؑ نے ایک نوشتہ پیش کیا گویا کہ وہ چمکدار شفاف آئینہ ہے۔ 4۔ اور یسوع کے دل میں وہ بات اتار دی جس کے ذریعہ سے اس نے جان لیا کہ خدا نے کیا کیا ہے۔ اور کیا کہا ہے اور کیا ارادہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر ایک چیز اس کے لئے بے پردہ اور کھلی ہوئی تھی۔ 5۔ اور بیشک یسوع نے مجھ سے کہا کہ "اے برنباس! تو اس بات کو سچ مان لے کہ میں ہر ایک نبی اور ہر نبوت کو پہچانتا ہوں اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ بات اسی کتاب سے آئی ہے"۔

اور جس وقت یہ خواب یسوع کو جلوہ نما ہوا اور اس نے معلوم کیا کہ وہ ایک نبی ہے جو کہ اسرائیل کے گھر کی جانب بھیجا گیا ہے۔ اس نے اپنی ماں مریم سے یہ سب باتیں کھول کر کہیں"۔ تورات و زبور میں تحریف کے متعلق اور انجیل میں پیش آمدہ تغیر و تبدل کے متعلق ایک نادر حوالہ ملاحظہ ہو۔

(فصل 124)

"8۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک اگر موسے کی کتاب سے حق محو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا۔ 9۔ اور اگر داؤد کی کتاب نہ بگاڑ دیگئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالہ نہ کرتا۔ 10۔ اس لئے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے۔ اور البتہ اس نے ایک ہی پیغام تمام انسانوں کے لئے دیا ہے۔ 11۔ پس جب کہ رسول اللہ آئے گا۔ وہ اس لئے آئے گا کہ ہر اس چیز کو جسے میری کتاب میں سے بدکاروں نے خراب کر دیا ہے۔ اسے پاک کرے"۔

اس انجیل کے بعض خاص مضامین درج ذیل ہیں۔

- ذبیح اللہ حضرت اسحاق نہیں بلکہ حضرت اسماعیل ہیں۔
- تورات میں اسحاق کا نام ڈال دیا گیا یہ سراسر الحاق ہے بعض پرانے نسخے اس پر گواہ ہیں۔
- نبی موعود نے اسماعیل کی نسل سے برپا ہونا ہے اس کے محامد کا ذکر ہے ان محامد سے یہ انجیل

معمور ہے۔

○ لوگوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا بنادیا مسیح اس قسم کے عقیدے سے بیزار تھے۔ دراصل پولوس نے انجیل کو ناپاک کر دیا۔

○ یسوع خدا کے عاجز بندے اور رسول تھے۔

○ ختنہ کرانے سے انکار کرنیوالے گمراہ ہیں۔

○ مسیح نے صلیب نہیں پائی بلکہ یہودا پر مسیح کی شکل ہو بہو ڈال دی گئی اسے صلیب پر چڑھا دیا مسیح کو ایک کھڑکی کے راستے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے پھر ان کا انتقال ہو گا۔ (فصل 52۔217)

ظاہر ہے کہ رفع مسیح کا یہ قصہ کسی مستشرق یا مسلمان نے ڈال دیا جسے چرچ نے تغیر و تبدل پر مامور کیا تھا۔

○ خلود صرف یسوع کی خصوصیت ہے۔ وہ خلود میں یکتا ہیں یعنی قیامت سے کچھ پہلے تک زندہ رہیں گے۔ دوسری جگہ ہے کہ خلود پانے والے حنوک اور ایلیا بھی ہیں۔ (فصل 140۔144)
وہ مسیح کے ساتھ قیامت سے پہلے آئیں گے۔ (فصل 52)

اس تضاد سے ظاہر ہے یہ سارا بیان محرفہ ہے اور چرچ کا دجل و فریب ظاہر و باہر ہے انجیل برنباس عبرانی نسل کے موحد نصاریٰ کی انجیل ہے فرانسیسی سکالرز امکاناً درست نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ محرفہ مواد کا ذمہ دار خود چرچ ہے۔ اس انجیل کو جان بوجھ کر بگاڑا گیا محرفہ مواد کو ہم الگ کر سکتے ہیں وہ اصل انجیل میں پیوند کی طرح ممیّز ہے۔ کاش مستشرق اور سکالرز اس نکتہ نظر سے انجیل کا مطالعہ کریں۔ کتنی حیرانی کی بات ہے اور تضاد کی انتہا ہے کہ انجیل برنباس کی موجودگی کا ثبوت قرون اولیٰ سے ملتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے بھی کلیسیا کی ممنوعہ کتب کے فرمان میں اس کا نام آتا ہے اور اس سے بعد کے فرمانوں میں بھی اس کا ذکر ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ کسی مسلمان عالم کی لکھی ہوئی ہے۔ کیوں نہیں یہ کہا جاتا کہ پاپائے اعظم نے عمداً اس انجیل کو بگاڑنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ سب کچھ ظہور اسلام کے بعد ہوا کیوں کہ اس انجیل میں پہلے سے یہ بشارت مرقوم تھی کہ رسول اللہ نے بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ بنی اسماعیل سے آنا ہے حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں میں تو اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں میں ایک عاجز انسان ہوں اور خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں میری بعثت کی غرض رسول اللہ کی خبر دینا ہے۔ جس کا نام نہایت درجہ قابل ستائش ہے۔ ایک زمانہ آئے گا کہ مجھے خدا کا بیٹا بنایا جائے گا وہ کفر بکنے والے لوگ ہوں گے رسول اللہ آ کر بتائیں گے کہ پہلے صحیفے محرف مبدل ہو گئے وہ خدا کا آخری

پیغام لائیں گے اس انجیل کو چوری چھپے پوپ کے ایک مصاحب راہب نے پڑھا اس کا نام فرا مرینو تھا وہ مسلمان ہوگیا اب راز فاش ہوگیا۔ پوپ نے منصوبہ بنایا اور اس کے لئے کسی لاطینی مسلمان یا مستشرق عالم دین کی خدمات حاصل کی گئیں کہ اس انجیل کو دوبارہ لکھو اور اس میں اسلامی باتیں، قصص اور عقائد داخل کردو اور اس کے حواشی پر عربی زبان میں اسلامی حوالے کچھ فصیح کچھ غلط سلط دے دو۔ اسے ایک خوبصورت جلد میں مجلد کرا کے اعلان کردیا کہ ممنوعہ کتب میں ایک اسلامی انجیل بھی پڑی ہے۔ سپین کے مسلمانوں کے لئے اس کا سپینش ترجمہ تیار کروایا گیا۔ کسی نے آج تک یہ نہ سوچا کہ یہ دجل و فریب ہے۔

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

آج ہم اس انجیل کے محرفہ اضافات کو اصل انجیل سے الگ کرسکتے ہیں۔ یہ بہت بڑی خدمت ہوگی کہ اصل انجیل کو اضافات کے بغیر شائع کردیا جائے اصل انجیل قرون اولیٰ میں برنباس کی روائت کے حوالے سے لکھی گئی برنباس ایک تابعی تھے۔ (انجیل برنباس میں دعویٰ کیا گیا کہ وہ حواری تھے) یہ انجیل پولوس کے سخت خلاف ہے اس میں بھی سہو و خطا اور تعلیم کی غلطیاں موجود ہیں اعلیٰ درجہ کے الہامی اور روحانی مضامین پر مشتمل ہے اے کاش کوئی اس نوشتہ کو نئی تحقیق کے نکتہ نظر سے پڑھے حق کھل جائیگا اور باطل بھاگ جائیگا۔

اس انجیل میں رفع مسیح کا ذکر اسلامی عقیدہ کی صدائے بازگشت ہے خائن یہودا پر مسیح کی شکل ڈال دی گئی اسے صلیب دے دیا گیا اور کھڑکی کے راستے فرشتے مسیح کو آسمان پر لے گئے قیامت کے قریب وہ نزول فرما ہوں گے پھر ان کا انتقال ہوگا۔ یہ قصہ سراسر الحاقی اور محرفہ ہے۔ اصل بات بھی لکھی ہوئی ہے کہ جیسے لعزر نومی موت سے زندہ ہوگیا اسی طرح میرے ساتھ ہوگا۔ اس روائت کو بھی آگے چل کر بگاڑا گیا لیکن حقیقت بس اتنی ہے کہ مسیح نے گہری بیہوشی والی نومی موت سے زندہ ہوجانا تھا۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی کتاب "سرمہ چشم آریہ" میں انجیل "برنباس" کا مفصل ذکر کیا ہے اس وقت یہ انجیل شائع نہیں ہوئی تھی۔ سیل کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں اس انجیل کے سپینش نسخہ اور اس کے حوالوں کا ذکر تھا۔ حضور نے سیل کے ترجمہ قرآن کی مدد سے سارا مواد لیا ہے جو کہ "سرمہ چشم آریہ" کے صفحہ 239 سے 242 تک پھیلا ہوا ہے۔ اس وقت بھی پادریوں نے اعلان کر رکھا تھا کہ یہ انجیل کسی مسلمان کی لکھی ہوئی ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں یہ فرمایا!

"انجیل برنباس میں تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو "محمدؐ" ہے درج ہے۔ اور اس کے ٹالنے کے لئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا کتاب برنباس میں درج کر دیا ہوگا یا خود کتاب تالیف کر دی ہوگی۔ گویا مسلمان لوگ کسی رات کو اتفاق کر کے مسیحی کتب خانوں میں جا گھسے اور اپنی طرف سے برنباس کی انجیلوں میں جا بجا محمدؐ نبی نام درج کر دیا۔ یا خود یونانی یا عبرانی زبانوں میں اپنی طرف سے انجیل برنباس بنا کر اور کئی ہزار نسخے اس کے لکھ کر پوشیدہ طور پر جب کہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابیں ان کے کتب خانوں میں رکھ آئے۔"

(سرمہ چشم آریہ)

جب انجیل برنباس کا لاطینی نسخہ منظر عام پر آیا۔ تو اس وقت حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ پتہ لگا کر اس انجیل میں "احمد" نام تھا۔ جیسا کہ اسمہ احمد میں ہے۔ اس کو "محمد" میں تبدیل کر دیا۔ اس انجیل میں یہ بھی بڑھا دیا گیا کہ کلمہ

لا اله الا الله محمد رسول الله

یہ خط نورانی جنت کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے۔ اس وقت اس دجل و فریب کا انکشاف نہیں ہوا تھا جو "پوپ" نے روا رکھا۔ قرائن سے اب ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سب کچھ کلیسیا کی کارستانی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے انجیل برنباس کے تغیر و تبدل پر جو تنقید فرمائی ہے۔ اس میں بھی اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ یہ سارے اضافات انجیل میں خود کلیسیا نے کروائے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انجیل برنباس ایک جعلی انجیل ہے اور کسی مسلمان نے تالیف کی ہے۔ کونسی عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ مسلمان عالم پوپ کی مخفی در مخفی لائبریری میں جا کر انجیل برنباس کے پرانے نسخے میں مسلمانوں کے مروجہ عقیدہ کے حق میں اضافات کر آئے ہیں۔ سب سے بڑی تحریف جو انجیل میں کی گئی وہ یہ ہے کہ صلیب کے وقت حضرت مسیح کے حواری یہودا خائن پر مسیح کی شکل ڈال دی گئی اور حضرت مسیح کو فرشتے کھڑکی کے ذریعہ آسمان پر لے گئے۔ جہاں سے وہ قیامت سے کچھ ہی پہلے دنیا میں نزول فرما ہوں گے۔ پھر ان کا انتقال ہوگا۔ یہ مسلمانوں کا مروجہ عقیدہ ہے جو کہ کلیسیا نے ایک مستشرق یا مسلمان عالم دین کی وساطت سے انجیل میں لکھ دیا۔ اس قسم کے محرفہ اضافات انجیل کی 222 فصول میں صرف ایک دو فی صد ہوں گے باقی انجیل علی حالہ محفوظ ہے۔

سیل کے حوالہ سے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ بھی لکھا کہ قرون اولیٰ کے موحد عیسائیوں کے سردار پادری ایرنس تھے۔ انجیل برنباس کا ذکر ان کے رسائل میں ہوا ہے یہ ایک عجیب انکشاف ہے جس کی اصل حقیقت یوماً فیوماً منظر عام پر آ رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ انجیل برنباس کا مطالعہ اس نکتہ نظر سے جماعت احمدیہ کے لئے ایک چیلنج ہے۔ ہمیں خوشدلی سے قبول کرنا چاہیئے۔ اور اس انجیل پر تحقیق نو

کو آگے بڑھانا چاہیئے۔ آخر میں ایک حاشیے کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے جس سے ثابت ہے کہ انجیل برنباس میں احمد تھا اسے محمد کر دیا انجیل یوحنا میں آنے والے کو پاراکلیت کہا گیا جس کے معنی وکیل کے ہیں یہ دراصل پار کل تس ہے جس کے معنی احمد کے ہیں۔ انجیل برنباس میں اول حضرت مسیح کا قول درج ہے۔

"بے شک رسول اللہ ایک روشنی ہے"۔ آگے چل کر ہے "اے محمد! خدا تیرے ساتھ ہو"۔ (فصل 44 باب 19 آئت 30) اس کے حاشیے پر ہے۔

رسول اللہ احمد	فی لسان عرب احمد
فی لسان عمران مسئے (مسیح)	فی لسان لاتن (لاطینی) کنسلاتو
وفی لسان روم (یونانی) پارکل تس	(فصل 44)

اس حاشیے سے ظاہر ہے کہ اصل متن میں رسول اللہ کو احمد کہا گیا تھا جسے محمد میں بدل دیا انجیل یوحنا کے اصل یونانی متن میں پیری کلیت یا پارکل تس تھا اس کے معنی قابل ستائش کے ہیں یعنی احمد۔ اسے پاراکلیت بنا دیا گیا یہ حوالہ اسمہ احمد کی صدائے باز گشت ہے۔ اس باب کے شروع میں ہے۔

ہمارے احبار نے جو خدا سے نہیں ڈرتے۔ (4:44)

اس کے حاشیہ پر عربی رسم خط میں یہ فقرہ درج ہے۔

هذا هو سوره احمد محمد رسول الله

صاف ظاہر ہے کہ حاشیہ لکھنے والے کے نزدیک محمد اور احمد مترادف ہیں سورہ احمد سے مراد سورہ صف میں اسمہ احمد ہے۔

حرف آخر

حرف آخر کے طور پر انجیل برنباس کے آسی ضیاء کے ترجمہ سے ایک اقتباس درج ہے یہ حقائق و معارف اور بشارت رسول اللہ کا آئینہ دار ہے۔

44۔ اس پر شاگردوں نے کہا: "اے استاد موسیٰ کی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ یہ وعدہ اضحاق میں کیا گیا تھا"۔

یسوع نے کراہ کر جواب دیا: "ایسا ہی لکھا ہے، مگر موسیٰ نے نہیں لکھا، نہ یشوع نے لکھا، بلکہ

ہمارے ربیوں نے، جو خدا سے نہیں ڈرتے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم فرشتے جبرئیل کے الفاظ پر غور کرو تو تم ہمارے فقیہوں اور عالموں کا بغض جان لو گے۔ کیونکہ فرشتے نے کہا: ابرہام، ساری دنیا جان لے گی کہ خدا تجھ سے کتنی محبت رکھتا ہے، پر دنیا یہ کیونکر جانے کہ تجھے خدا سے کتنی محبت ہے؟ یقیناً یہ ضروری ہے کہ تو خدا کی محبت کے لئے کچھ کر۔

ابرہام نے جواب دیا: دیکھو، خدا کا بندہ، جو کچھ خدا کی مرضی ہو کرنے کو تیار ہے۔

"تب خدا نے ابراہام سے فرمایا: اپنا بیٹا، اپنا پہلوٹھا، اسمعیل لے، اور پہاڑ پر آکر اس کی قربانی دے۔ سو اضحاق پہلوٹھا کیونکر ہوا، کہ جب اضحاق پیدا ہوا تو اسمعیل سات سال کا تھا؟"

تب شاگردوں نے کہا: "ہمارے عالموں کا فریب ظاہر ہے۔ سو ہمیں سچ بات بتا، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے"۔

تب یسوع نے جواب دیا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ شیطان خدا کی شریعت باطل کرنے کی تاک میں رہتا ہے، سو اس نے اپنے پیروؤں، یعنی ریاکاروں اور بدکاروں کے ساتھ۔ اول الذکر نے فاسد عقیدے اور ثانی الذکر نے ذلیل زندگی کی بدولت آج تقریباً سب باتیں ایسی آلودہ کر دی ہیں کہ سچائی مشکل سے ملتی ہے۔ وائے ان ریاکاروں پر: کہ اس دنیا کی تعریف ان کے لئے دوزخ میں ذلت اور عذاب بن جائے گی۔

"پس میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسول ایک شان ہے جو تقریباً سب کو، جنہیں خدا نے بنایا ہے، مسرّت بخشے گا، کیونکہ وہ آراستہ ہے فہم اور صلاح کی روح سے، عقل اور طاقت کی روح سے، خوف اور محبّت کی روح سے، دانائی اور اعتدال کی روح سے، وہ آراستہ ہے سخاوت اور رحم کی روح سے، انصاف اور تقوٰی کی روح سے، شرافت اور صبر کی روح سے، جو اسے خدا نے اپنی تمام مخلوقات سے تین گنی زیادہ عطا کی ہیں۔ کیا ہی مبارک ہے وہ وقت جب وہ دنیا میں آئے گا! یقین جانو میں نے اسے دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے، جیسے ہر نبی نے اسے دیکھا ہے: کیونکہ اسی کی روح سے خدا نے انہیں نبوت دی، اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی، یہ کہہ کر کہ اے محمد، خدا تیرے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھول سکوں، کیونکہ یہ پا کر میں ایک بڑا نبی اور خدا کا قدّوس ہو جاؤں گا۔" اور یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکر ادا کیا۔

ماہنامہ انصاراللہ کا خود بھی مطالعہ فرماویں اور پنے زیر تربیت افراد کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔

(مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ)

نصاب مرکزی امتحانات برائے انصار اللہ

زعماء کرام مجالس انصاراللہ تمام انصار کو اگلے دو مرکزی سہ ماہی امتحانوں کا نصاب نوٹ کروادیں۔

نصاب برائے امتحان سہ ماہی چہارم 1993ء

- 1۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر 8 نصف آخر
- 2۔ کتاب از روحانی خزائن "کشتی نوح" مکمل
- 3۔ کتاب بنیادی نصاب مکمل

2۔ نصاب برائے امتحان سہ ماہی اوّل 1994ء

- 1۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر 9 نصف اوّل
- 2۔ کتاب از روحانی خزائن "اسلامی اصول کی فلاسفی" مکمل
- 3۔ کتاب بنیادی نصاب مکمل

ان امتحانوں میں ہر مجلس کے پچاس فیصد انصار کو شامل کرنے کا اولین ہدف ملحوظ رکھا جائے۔

(قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

براہ کرم اپنے چندہ ماہنامہ انصاراللہ کی تجدید ضرور وقت پر کروالیا کریں۔

جزاکم اللہ

(مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ)

گناہ سوز معرفت

"جس مذہب میں سب سے زیادہ تعظیم الٰہی اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سامان ہو وہی سب سے اعلیٰ مذہب ہے۔ انسان اسی چیز کی قدر زیادہ کرتا ہے جس کا علم اس کو زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو معلوم ہو کہ فلاں مکان میں ایک سانپ پھرتا ہے اور وہ آدمیوں کو کاٹتا ہے تو وہ شخص کبھی جرأت نہ کریگا کہ رات کو ایسے مکان میں جا کر سوئے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اس کھانے میں جو میرے آگے رکھا ہے زہر ہے تو وہ ہرگز کبھی ایک لقمہ بھی اس کھانے میں سے نہ اٹھائے گا۔ اگر کسی گاؤں میں طاعون ہو اور لوگ مر رہے ہوں تو کوئی شخص اس گاؤں میں جانے کا حوصلہ نہیں کرتا۔ جس کو معلوم ہو کہ جنگل میں شیر رہتا ہے وہ اس جنگل میں ہرگز داخل نہیں ہوتا۔ ان سب کا اصل علم اور معرفت ہے جس چیز کا علم انسان کو بخوبی ہو جاوے اور اس کے متعلق معرفت تام پیدا ہو جاوے۔ انسان اس کے برخلاف بالکل نہیں کر سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ گناہ کو ترک نہیں کرتے؟ اس کا سبب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا کامل علم اور معرفت تام ان کو حاصل نہیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے اور اقرار کیا جاتا ہے کہ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ صرف ایک رسمی ایمان ہے ورنہ دراصل گناہ سوز معرفت حاصل نہیں ہے اگر وہ حاصل ہو تو ممکن ہی نہیں کہ انسان پھر گناہ کر سکے۔ ہر شے کی قدر اس کی پہچان اور معرفت سے ہوتی ہے۔ دیکھو! ایک جاہل گنوار کو ایک قیمتی پتھر لعل یا موتی مل جاوے تو وہ حد درجہ اس کو دو چار پیسہ میں فروخت کر دے گا۔ یہی مثال ان نادانوں کی ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا وہ الٰہی احکام کے بالمقابل دو چار پیسوں کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ جہاں کوئی دنیوی تھوڑا سا فائدہ نظر آتا ہے وہاں اپنا ایمان فروخت کر دیتے ہیں......

......سچا مذہب وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے خوف سے شروع ہوتا ہے اور خوف اور محبت کی جڑھ معرفت ہے مذہب وہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت اور گیان بڑھ جائے اور خدا تعالیٰ کی تعظیم دلوں میں بیٹھ جائے۔"

(ملفوظات جلد پنجم (جدید) صفحہ 42-43)